87۔ آدھا تیتر

ابن صفی

یا دش بخیر ۔۔۔ عمران کی ایک بہن بھی ہوا کرتی تھی جس کا نام ثریا تھا۔ کزن تو تین چار تھیں جن کے دم سے گھر کی رونق تھی ۔

تو ہوا یوں کہ بالآخر رحمان صاحب کو ایک ''چنگیز خانی'' مل ہی گیا۔ یعنی چنگیز خان کی نسل کا ایک کینڈیڈیٹ ۔۔۔ پتا نہیں خود اس کے سہرے کے پھول کھلنے کی گھڑی آ گئی تھی یا ثریا ہی کی قسمت نے یاوری کی تھی ۔ ویسے سی آئی بی کے ڈائریکٹر جنرل کی بیٹی کے لیے رشتوں کی کمی نہیں تھی ۔ لیکن قصہ تھا خاندانی روایات کا۔ خود چنگیزی تھے۔ اس لیے عمران کی اماں بی بھی چنگیز خانی تھیں ۔ ظاہر ہے کہ عمران اور ثریا نجیب الطرفین ٹھہرے ۔ لہٰذا انہیں ایرے غیروں کے سر کیسے مارا جا سکتا تھا ۔

اسے رحمان صاحب کا اقبال ہی کہنا چاہیے کہ یہ چنگیز خانی جو ثریا کے لیے منتخب ہوا تھا آلو چھولے نہیں بیچتا تھا۔ بلکہ ڈاکٹر تھا، اور ڈاکٹر بھی کیسا جسے وزیر اعظم کا معالج ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ڈاکٹر شاہد نے بہت جلد ترقی کی ساری منزلیں طے کر لی تھیں ۔ نوجوان ہی تھا اور سرجری میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان پانچ ڈاکٹروں میں شامل تھا جو صدر اور وزیر اعظم کے معالجین میں سرفہرست تھے ۔

بہر حال رحمان صاحب کی کوٹھی میں شادی کی تیاری کا ہنگامہ برپا تھا اور سب کچھ روائتی انداز میں ہو رہا تھا۔ رحمان صاحب باہر سے خاصے ماڈرن نظر آ رہے تھے لیکن اندرونی طور پر اول درجے کے قدامت پسند تھے ۔

بہت پہلے سے کوٹھی میں قریبی اعزہ کا جماؤ ہو گیا تھا اور جہیز کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں ۔ آج عمران نے بھی اپنی شکل دکھائی تھی اور رحمان صاحب تک پہنچنے سے پہلے ہی کزنس نے اسے لپک لیا تھا۔ کھینچتی ہوئی اس کمرے میں لائیں جہاں لڑکیاں چادروں اور میز پوشوں پر کشیدہ کاری کر رہی

تھیں۔

”ہائیں۔۔۔!“ ”تم لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ مجھے کشیدہ کاری بھی آتی ہے۔!“ عمران نے حیرت سے کہا۔

”کام جلدی نپٹانا ہے۔۔۔!“ کسی بنت عم نے کہا۔ ”آپ بھی بس بیٹھ ہی جائیے بھائی جان۔!“

”ضرور۔۔۔ضرور۔۔۔ہاں اس کونے پر ابھی کام نہیں ہوا۔ ڈیزائن کھینچا ہوا ہے۔ لانا ادھر بڑھانا سوئی اور تار کشی۔۔۔“

اور وہ سچ مچ بڑی سنجیدگی سے کشیدہ کاری میں ”مبتلا“ ہو گیا تھا۔

”سنا بھائی جان۔۔۔ڈاکٹر شاہد سچ مچ چنگیزی ہیں۔۔۔“ کوئی کزن بولی۔

”اچھا۔۔۔!“ عمران چونک کر بولا۔ ”کب کی بات ہے۔۔۔؟“

”کیا مطلب۔۔۔!“

”پہلے جہاں رشتہ ہونے والا تھا وہاں وہ خود کو نوشیرواں کی اولاد بتاتا تھا۔۔!“

”کیوں ہوائی چھوڑ رہے ہیں۔۔“

”یقین کرو۔۔۔“

”اچھا بھائی جان۔۔۔یہ نوشیرواں کیا نام ہوا بھلا۔۔۔“ دوسری بولی۔

”نام نہیں۔۔۔رتبہ ہے۔۔۔اس کے پاس نوشیردانیاں تھیں۔ اس لیے نوشیرواں کہلایا۔ نہیں سمجھیں؟ نو بیویاں تھیں، بیوی اس زمانے میں شیردانی کہلاتی تھی۔“

”پھر اڑانے لگے۔“

”سنجیدگی سے سنو۔۔۔علمی باتیں ہیں۔ بعض محققین کا خیال ہے چونکہ نو عدد بیویاں رکھنے کے باوجود بھی کافی ”شیر“ تھا اس لیے نوشیرواں کہلاتا تھا۔ آج کل تو ایک ہی بیوی والا بھیڑ ہو کر رہ جاتا ہے“۔

بس کیجیے۔۔۔اتنے بڑے بادشاہ میں کیڑے ڈال رہے ہیں۔۔“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”ایک عادل بادشاہ گزرا ہے۔“

”اس کا کریڈٹ بھی بیویوں ہی کو جاتا ہے۔ نو بیویوں کے درمیان انصاف کرتے کرتے عادی منصف ہو گیا تھا۔ اس کے عہد میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے اور دوسری گھاٹ والے

گھاٹے میں رہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس کے خلاف داستان امیر حمزہ لکھوا دی تھی۔“

”بہت نہ چہکیے۔۔۔ آپ بھی پھنسنے والے ہیں“۔

”خدا کی پناہ“۔

”ڈاکٹر شاہد چنگیزی کی بہن ڈاکٹر مہ لقا چنگیزی کی بھی ابھی شادی نہیں ہوئی۔“

”یقین نہیں کر سکتا۔ کوئی مہ لقا چنگیزی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ چنگیز خان چپٹی ناک والا ایک منگول چرواہا تھا۔“

”شرم نہیں آتی اپنے جد امجد کو چرواہا کہہ رہے ہیں۔“

”شاید گھاس کھا گیا ہوں“۔

”ہاں تو بھائی جان نوشیرواں۔۔۔!“ دوسری بولی۔

”بھائی جان نوشیرواں ہونے سے پہلے ہی مر جانا پسند فرمائیں گے۔۔!“ عمران نے برا مان کر کہا۔

”ارے کیا وہ آیا ہے۔۔۔؟“ دروازے کی طرف سے اماں بی کی آواز آئی۔

سناٹا چھا گیا اور عمران جو بوکھلا کر چادر سمیٹتا ہوا اٹھتا ہے تو کسی کی انگلی میں سوئی اتر گئی۔ وہ چیخی تو دوسروں نے بھی بلڑ مچا دیا۔

”آخر ہو کیا رہا ہے۔“ اماں بی جھلا کر بولیں۔

”کک۔۔۔ کشیدہ کاری۔۔۔“ عمران ہکلایا۔

”خواہ مخواہ ہر کام میں ٹانگ اڑا دیتے ہیں۔۔“ ایک کزن نے تنک کر کہا۔

عمران نے چور نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور سر جھکا لیا۔

”اتنے دنوں بعد آیا ہے۔۔۔ اور یہاں بیٹھ گیا۔۔۔“ اماں بی بولیں۔

وہ چپ چاپ کمرے سے نکل کر ان کے پیچھے چلنے لگا۔ راہداری میں رک کر وہ مڑی تھیں۔

”تو نہ آتا تو میں خود تیرے پاس آتی“ انہوں نے کہا۔

”کوئی خاص بات اماں بی؟“

”خدا خدا کر کے یہ دن آیا تھا۔۔۔ لیکن۔۔۔!“

”لیکن کیا۔۔؟“

”میں نہیں جانتی۔۔۔ بھئی ہوگی کوئی وجہ۔۔۔ آدمی نہیں جانتا کہ کب کیا ہو جائے گا۔ اس پر اتنا چراغ پا ہونے کی کیا ضرورت ہے۔۔“

”آخر ہوا کیا“؟

”چل میرے کمرے میں بتاتی ہوں“ وہ پھر آگے بڑھ گئیں۔

کمرے میں پہنچ کر وہ بولیں ”بیٹھ جا چین سے۔۔۔ بتاتی ہوں۔۔“

عمران سامنے والی کرسی پر آرام سے بیٹھ گیا۔

”ڈاکٹر شاہد نے استعفیٰ دے دیا ہے“۔

”اسے استعفیٰ نہیں بھاگ کھڑا ہونا کہتے ہیں اماں بی“۔

کیا بکواس کر رہا ہے۔“

”آپ یہی کہنا چاہتی ہیں نا کہ اس نے منگنی توڑ دی ہے“۔

”کیا مجھے ان پڑھ سمجھتا ہے۔ اس نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا ہے۔“

”تو پھر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟“

”مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے لیکن وہ آپے سے باہر ہو رہے ہیں۔۔“

”ہوں۔۔۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”خدا خدا کر کے اپنے کفو کا ایک شخص ملا تھا“۔

”ارے تو کہاں بھاگا جاتا ہے۔ کوئی بڑا پلان ہوگا سامنے۔ اس لیے دے دیا استعفیٰ، ماہر سرجن ہے، اپنا ہسپتال قائم کر کے لاکھوں کمائے گا“۔

”استعفیٰ ابھی منظور نہیں ہوا۔ وزارت صحت کے سیکرٹری کے پاس ہے۔ اس نے تمہارے باپ کو اطلاع دی ہے۔ خود ڈاکٹر شاہد نے اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا۔ مہ لقا تک نہیں جانتی“

”مہ لقا؟“

”ڈاکٹر شاہد کی بہن۔۔۔ وہ بھی ڈاکٹر ہے۔ پرائیویٹ پریکٹس کرتی ہے۔“

”چنگیزی ہی ٹھہرے۔۔۔ چیر پھاڑ والا پیشہ اختیار نہ کریں گے تو کیا کریں گے“

”فضول باتیں نہ کر۔۔۔ انہیں کسی طرح ٹھنڈا کر۔۔“

”کہاں ہیں؟“

”لائبریری میں۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ لیکن ثریا راضی ہے اس رشتے پر۔“

”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ دونوں ایف ایس سی میں کلاس فیلو تھے۔“

”تب تو ٹھیک ہے۔۔۔“ عمران سر ہلاتا ہوا اٹھ گیا۔

رحمان صاحب کوئی کتاب دیکھ رہے تھے۔ چہرے پر سکون طاری تھا۔ برافروختگی کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

”کیا میں حاضر ہو سکتا ہوں“ عمران نے کھنکار کر پوچھا۔

رحمان صاحب چونک پڑے۔ کتاب میز پر رکھ دی اور اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولے۔ ”آؤ“

عمران قریب پہنچ کر کھڑا رہا۔

”بیٹھ جاؤ“ انہوں نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا اور اس کے بیٹھ جانے پر سوال کیا۔ ”تین ماہ سے کہاں تھے؟“

”آرڈر لیتا پھر رہا تھا۔ یورپی ممالک سے۔ چھا یک بھائی ایکسپورٹر نے اپنا ٹریولنگ ایجنٹ مقرر کر دیا ہے۔ کمیشن کی ایک لاکھ پچپن ہزار بنیں گے۔“

”میں تمہاری مالی پوزیشن نہیں معلوم کرنا چاہتا۔“

”مجھے شادی کا معلوم ہوتا تو فری پورٹس سے جہیز کا سامان بھی خریدتا لاتا“

”شکریہ اس کی ضرورت نہیں“ وہ خشک لہجے میں بولے۔

”وہ کچھ استعفیٰ کی بات سنی ہے“۔

”ہاں۔۔۔ اگر اس نے استعفیٰ واپس نہیں لیا تو یہ شادی بھی نہ ہو سکے گی“۔

”اگر فیصلے میں جلدی نہ کی جائے تو بہتر ہے۔“

”استعفیٰ ابھی منظوری کے لیے پیش نہیں کیا گیا۔“

بس تو پھر مجھے تھوڑا سا وقت دیجیے۔“

”تم کیا کرو گے؟“

بوکھلا کر استعفیٰ واپس لے لے گا“۔

”کوئی غیر ذمہ دارانہ حرکت بھی پسند نہ کروں گا۔“

کس کی۔۔۔؟“ عمران کی لہجے میں حیرت تھی۔

”تمہاری۔۔۔“ وہ اسے گھورتے ہوئے بولے۔

”جب سے ٹریولنگ ایجنسی سنبھالی ہے۔۔۔“

”فضول باتیں نہ کرو۔“

”جی بہتر۔۔“

”اس کے ساتھیوں کو بھی علم نہیں ہے کہ اس نے استعفیٰ دیا ہے حتیٰ کہ بہن کو بھی میرے ہی توسط سے اس کا علم ہوا ہے“۔

”اچھا وہ کیا نام ہے۔۔۔ڈاکٹر۔۔۔لق لقا۔۔۔لاحول۔۔۔مہ لقا۔۔“

رحمان صاحب نے اسے تیز نظروں سے دیکھا اور پھر دوسرے طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

”اس نے پوچھا تو سرے سے انکار ہی کر دیا۔ کہتا ہے کہ میں نے تو ایک ہفتے کی چھٹی کی درخواست دی ہے اور یہ وقفہ شہر سے باہر گزارنا چاہتا ہوں“۔

”جھوٹ بھی بولتا ہے“ عمران نے پرتاسف لہجے میں کہا۔

”تم یہاں اس وقت کس لیے آئے ہو؟“ رحمان صحب غرا کر بولے۔

”خیریت دریافت کرنے آیا تھا۔۔لل۔۔۔۔لیکن۔۔“

”اب جا سکتے ہو۔۔“ رحمان صاحب نے کتاب اٹھاتے ہوئے کہا۔

”سلام علیکم۔۔۔“ عمران نے مودبانہ کہا اور اٹھ کر لائبریری سے نکل آیا۔ اس کے بعد سیدھا ثریا کی طرف گیا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ جلدی سے کھڑی ہوگئی۔

”وعلیکم السلام۔۔۔“ کہتا ہوا وہ بیٹھ گیا۔ حالآنکہ ثریا نے سلام نہیں کیا تھا۔

” کیسے یاد آ گئے ہم لوگ۔۔۔؟“ ثریا بولی۔

”تم کھڑی کیوں ہو بیٹھ جاو۔۔۔۔ڈاکٹر شاہد میں کیڑے نکالنے نہیں آیا۔ نیک نام آدمی ہے۔ فدوی قسم کا شوہر ثابت ہوگا۔“

”شکریہ“ ثریا نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

”اور تمہیں اس کا بھی علم ہو گا کہ۔۔۔“

”مجھے معلوم ہے۔۔۔“ عمران کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی بول پڑی۔

”کیا خیال ہے۔۔“۔

”میں کیا جانوں۔۔۔“

”استعفی دینے کے باوجود بھی وہ فقیر نہیں ہو جائے گا۔“

”ظاہر ہے۔۔۔“

”لیکن نادر شاہی کا خیال ہے کہ استعفی ہو جانے کی صورت میں وہ دامادی کے شرف سے محروم رہے گا۔۔“

”ڈیڈی کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتی۔“

”اچھا تو پھر میں ڈاکٹر شاہد کو جواب دے آتا ہوں۔“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

”ارے۔۔۔ارے۔۔“

”پھر تم کیا چاہتی ہو۔۔۔؟“

”میں کیا بتاؤں۔“ ثریا نرم پڑتی ہوئی بولی۔

”وہ خود ڈاکٹر سے نہیں پوچھیں گے کہ اس نے استعفی کیوں دیا ہے۔“

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔“

”اس لیے یہ میرا فرض ہو جاتا ہے۔“

”لیکن سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ استعفی کو چھپایا کیوں جا رہا ہے۔“

”کیا مہ لقا سے تمہاری گفتگو ہوئی ہے۔“

”ہوئی تھی لیکن وہ کچھ نہیں جانتی“۔

”وہ ایک ہفتے کی چھٹی کی درخواست۔۔؟“

”مہ لقا سے معلوم ہوا ہے۔“

”ان محترمہ سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ فی الحال ڈاکٹر شاہد سے براہ راست گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔“

”اس وقت اپنی کلینک میں ہوگی۔ اتوار کو ایک بجے تک بیٹھتی ہے۔ شام کو کلینک بند رہتا ہے۔“

”مطلب یہ ہے کہ میں ایک بجے کے بعد کلینک میں ہی اس سے مل لوں“۔

”جیسا آپ مناسب سمجھیں۔“

”ارے تو چہرے پر یہ ماتمی فضا کیوں طاری کر رکھی ہے۔ تیرا بھائی تو نہیں مر گیا۔“

”خدا نہ کرے۔۔۔! ثریا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

”پگلی کہیں کی۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اب نادر شاہی نہیں چلے گی۔“

”ڈیڈی سے نہ الجھئے گا۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔۔“ عمران بولا ”اچھا بس ہر وقت مسکراتے رہنے کا وعدہ کرو پہلے۔“ وہ زبردستی مسکرا دی۔

”ٹھیک ہے۔۔ میں چلا۔۔۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔ اماں بی سے کہہ دینا ڈیڈی سے اس سلسلے میں کوئی بات نہ کریں۔“ ثریا نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

تھوڑی دیر بعد عمران کی ٹو سیٹر ڈاکٹر مہ لقا کے کلینک کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ ساڑھے بارہ بجے تھے اور عمران کے چہرے پر بارہ بج رہے تھے۔ کیونکہ اس نے اس سے پہلے کبھی ڈاکٹر مہ لقا کو نہیں دیکھا تھا اور یہ نام تو بچپن سے ہی اس کے لیے سوہان روح رہا ہے۔ جس سکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی اس کی ہیڈ مسٹریس کا نام بھی مہ لقا تھا۔ بڑی خونخوار اور خاصی بھاری بھر کم عورت تھیں۔ اس کے ماتحت استانیاں انہیں مہ لقا کے بجائے ”فیل پا“ کہا کرتی تھی۔

خونخوار عورت تھیں اور عمران کم از کم ہفتے میں دو بار ان کے ہاتھ سے ضرور پٹتا تھا۔

مہ لقا رچرڈسن تھیں مگر عمران انہیں مہ لقا چیر پھاڑ کھن کہتا تھا۔ ساتھی بچے شکایت کر دیتے تھے اور پھر ہوتی پٹائی۔

بہر حال اس نام پر عمران کے ذہن میں انہیں کا چہرہ ابھرتا تھا۔

گاڑی اس نے کلینک کے سامنے روکی۔ کئی گاڑیاں اور کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ سیدھا اندر چلا گیا اور ایک نرس سے ڈاکٹر مہ لقا کے بارے میں استفسار کیا۔

”وہ۔۔۔ باہر جا رہی ہیں۔۔“ نرس نے اشارہ کیا۔

عمران نے مڑ کر دیکھا۔ ایک دیسی عورت ایک غیر ملکی سفید فام عورت کے ساتھ چلی جا رہی تھی۔ دونوں کی پشت اس کی طرف تھی۔

عمران تیزی کے ساتھ آگے بڑھا تھا اور ٹھیک اس وقت ان کو جا لیا تھا جب وہ ایک گاڑی میں بیٹھ رہی تھیں۔

"معاف کیجیئے گا" عمران نے بوکھلائے انداز میں کہا "میں آپ سے ملنے آیا تھا۔"

"تو تشریف رکھئے میں ابھی آتی ہوں۔۔۔ ایک مریض کو دیکھ کر۔۔"

"جی بہت اچھا۔۔"

سفید فام لڑکی نے انجن سٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ عمران کھڑا دیکھتا رہ گیا۔ نئے ماڈل کی شاندار مرسیڈیز کار تھی۔

وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں چلتا ہوا انتظار گاہ میں آیا تھا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر اونگھنے لگا تھا۔ آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ لیکن مہ لقا کی واپسی نہ ہوئی۔ ذرا یہ سی دیر میں عمران نے اس کا تفصیلی جائزہ لے لیا تھا۔ وہ اس کی تصوراتی مہ لقا سے بالکل مختلف تھی۔ نہ بھاری بھرکم اور نہ بد صورت۔ آواز میں بھی نرمی تھی۔ مزید آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ وہ کلینک کے عملے میں بھی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ معاملہ تھا آدھے دن کی چھٹی کا۔۔۔ اور اب دو بجنے والے تھے۔ قاعدے سے ایک ہی بجے کلینک کو بند ہونا چاہئے تھا۔

عمران اٹھ کر ڈسپنسری کی طرف چلا گیا۔

کمپاونڈر ایک نرس سے کہہ رہا تھا۔ "کیسے کلوز کر دوں۔۔۔ گاڑی چھوڑ گئی ہیں۔ مجھے رکنا پڑے گا۔ تم لوگ جاؤ۔۔۔"

"کیا ہمیشہ اسی طرح چلی جاتی ہیں۔۔۔؟" عمران نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"آپ کون ہے جناب۔۔۔؟" کمپاونڈر نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"مجھے بٹھا کر گئی ہیں۔۔۔ ان سے ملنے آیا تھا۔۔"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ کب آئیں گی۔۔"

"میں قیامت تک انتظار کروں گا۔"

”آپ ہیں کون۔۔۔؟“

”ایک مریض۔۔“

”وہ مردوں کو نہیں دیکھتیں۔۔“

”نہ دیکھنا ہوتا تو مجھے۔۔۔۔بٹھا کر کیوں جاتیں۔۔“

”میں نہیں جانتا۔۔۔۔بیٹھیے۔۔“

”کیا کوئی غیر ملکی مریض ہے۔۔۔“

”ہرگز نہیں۔۔۔“ نرس بولی۔۔ ”میرے علم میں تو کوئی انگریز مریض کبھی نہیں رہا۔“

”مریضہ ہوگی۔۔۔مردوں کو کہاں دیکھتی ہے۔۔“ عمران نے کمپاونڈر کو آنکھ مار کر کہا اور وہ اسے غصیلی نظروں سے دیکھ کر رہ گیا۔

”جی نہیں۔۔۔کوئی غیر ملکی مریضہ بھی نہیں ہے۔۔۔اور اس لڑکی کو میں نے یہاں پہلی بار دیکھا ہے۔۔“

”آخر گئی کہاں ہیں۔۔۔؟“

”کسی کو بھی بتا کر نہیں گئیں کہ کہاں جا رہی ہیں۔۔“

”بڑی مصیبت ہے۔۔۔میں بکروں کی ریٹ لایا ہوں۔۔“

”بکروں کی ریٹ۔۔“

”جی ہاں۔۔۔اپنا بکرا خود ذبح کریں گی۔ قصابوں نے دھاندلی مچا رکھی ہے۔۔“

”مجھ سے تو نہیں کہا۔۔۔“ نرس بولی۔

”کلینک میں نہیں ذبح کریں گی۔۔“

”آپ پتا نہیں کیسی بات کر رہے ہیں جناب۔۔۔“ سیاہ فام کمپاونڈر نے لال لال آنکھیں نکالیں۔

”آپ نے ڈاکٹر زیدی کے کمپاونڈروں کو دیکھا۔۔“ عمران نے نرس سے پوچھا۔

”جی نہیں۔۔“

”ایک سے ایک گلفام اور گونگھریالے بالوں والا ہے اور ایک یہ ہیں۔۔۔“ عمران نے کمپاونڈر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آپ کا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" کمپاونڈر بھنا کر بولا۔

عمران نے اس کی طرف توجہ دیے بغیر نرس سے کہا۔ "گوشت کی پرابلم کا واحد حل یہ ہے کہ کچھ لوگ مل کر ایک تندرست اور توانا بکرا خریدیں اور ذبح کر کے آپس میں تقسیم کر لیں۔ ریفریجریٹر تو قریب قریب سب رکھتے ہیں۔ نہیں بھی رکھتے تو پڑوسی پر پڑوسی کا حق بہر حال ہوتا ہے۔ جب گوشت ختم ہو جائے تو پھر بکرا خرید لائیں۔ خرید کہاں سے لائیں مجھ سے معاملہ طے کریں۔ بازار سے سستا گوشت نہ ملے تو یہ دھندا ہی چھوڑ دوں گا۔"

"آپ تشریف لے جائیے۔۔۔ ہمیں نہیں چاہیئے بکرا وکرا۔۔۔" کمپاونڈر چڑچڑایا۔

"وکرا تو میں خود بھی آپ کو نہیں دوں گا۔ ڈاکٹروں اور کمپاونڈروں کے بس کا روگ نہیں۔۔"

"یہ وکرا کیا ہوتا ہے جناب۔۔۔" نرس نے مسکرا کر پوچھا۔

"کمپاونڈر صاحب جانتے ہیں۔"

"میں صاحب نہیں چمار ہوں۔۔۔ آپ تشریف لے جائیے۔۔"

"اپنی زبان سے تو نہ کہیے۔۔۔"

"آپ چلے جائیے یہاں سے۔۔۔"

"کیسے چلا جاوں ڈاکٹر مہ لقا بٹھا کر گئی ہیں"۔

"تو جا کر بیٹھیے انہی کی کرسی پر۔۔"

"آئیے۔۔۔ آئیے۔۔۔ میرے ساتھ آئیے۔۔۔" نرس دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

عمران اس کے پیچھے انتظار گاہ میں آیا۔

"یہاں بیٹھے۔۔۔ وہ بد دماغ ہے۔ ذرا سی دیر ہو گئی تو پاگل ہوا جا رہا ہے"۔ نرس نے کہا۔

"ایسے حالات کا عادی نہیں معلوم ہوتا"۔

"جی نہیں۔۔۔ ڈاکٹر بہت با اصول ہیں۔ مجھے تو نہیں یاد پڑتا کہ کہ ایسا پہلے کبھی ہوا ہو۔ یقیناً وہ قریب ہی ہوں گی اور دس پانچ منٹ کی بات رہی ہو گی۔ ورنہ وہ صاف انکار کر دیتیں"۔

"ایسا نہ کہیے۔۔۔ معاملہ ایک انگریز لڑکی کا تھا"۔

"آپ شاید ڈاکٹر کو اچھی طرح نہیں جانتے، انہوں نے خود بھی انگلستان ہی میں تعلیم حاصل کی ہے

اور سفید فاموں سے قطعی مرعوب نہیں ہیں"۔

"تب تو بڑی اچھی بات ہے ۔۔۔۔"۔

"اسی لیے مجھے تشویش ہے۔ اسی کی گاڑی پر گئی ہیں کہیں ایکسیڈنٹ تو نہیں ہو گیا ۔۔۔۔"۔

"ارے نہیں ۔۔۔۔ ایسا نہ سوچیے ۔۔۔۔"

"سوچنا پڑتا ہے ۔۔۔۔ اگر کوئی وجہ ہوتی تو یقیناً فون کر دیتیں کہ ان کا انتظار نہ کیا جائے اور کلینک بند کر دیا جائے ۔۔۔۔"

"اگر یہ بات ہے تب تو سوچنا پڑے گا"۔ عمران نے کہا اور ذہن پر زور دینے لگا۔ نئے ماڈل کی مرسیڈیز تھی ۔۔۔۔۔ اور نمبر ۔۔۔۔ نمبر اس نے غور سے دیکھتے تھے اور اگر یاداشت دھوکا نہیں دے رہی تھی تو ذہن میں نمبر محفوظ بھی تھے۔ ایکس وائی زیڈ تین سو گیارہ۔

"آپ گھر پر فون تو کیجئے ۔۔۔۔۔۔ " عمران نے کہا۔

"جی ہاں ۔۔۔۔ میں بھی یہی سوچ رہی ہوں"۔ وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

"وہ چلی گئی تھی اور عمران سوچ میں گم رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئی۔

" کوئی میسج نہیں ہے جناب ۔۔۔۔۔ " اس نے اطلاع دی۔

" کیا فون پر ڈاکٹر شاہد تھے "؟۔

" نہیں جناب ۔۔۔۔ ملازم تھا۔ ڈاکٹر شاہد تو گیارہ بجے ہی کہیں چلے گئے تھے "۔

"باہر چلے گئے تھے ۔۔۔۔"؟

"جی ہاں ۔۔۔۔۔ وہ ڈاکٹر کو اپنی روانگی کی اطلاع دینے یہاں آئے تھے۔ لیکن شاید ڈاکٹر نہیں چاہتی تھیں کہ وہ باہر جائیں ۔۔۔۔۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں"؟۔

دونوں میں خاصی دیر تک بحث وتکرار ہوتی رہی پھر وہ چلے گئے تھے اور دیر تک ڈاکٹر کا موڈ خراب رہا تھا۔

"بڑی عجیب بات ہے ۔۔۔۔۔"؟

"اب سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں ۔۔۔۔۔"

چار بجے تک انتظار کر کے پولیس کو فون کیجئے گا اور کسی ذمہ دار آدمی کی موجودگی میں کلینک بند کر کے گھر چلی جایئے۔۔۔۔"

"اور گاڑی۔۔۔۔۔۔"؟

"میرا مطلب تھا کسی پولیس آفسر کی موجودگی میں یہ کارروائی ہونی چاہیے اور گاڑی بھی اس کے سپرد کیجئے۔۔۔۔۔"

................*.........*

بات بڑھ گئی تھی۔ ڈاکٹر مہ لقا کی واپسی آٹھ بجے تک نہیں ہوئی تھی۔ اس دوران میں عمران نے مرسیڈیز گاڑی کے رجسٹریشن نمبر کے حوالے سے خاصی معلومات فراہم کر لی تھیں اور اپنے ماتحتوں کو ان سے متعلق ہدایات دینے کے لیے ایکس ٹو والے فون کا ریسیور اٹھایا ہی تھا کہ سٹنگ روم والے فون کی گھنٹی بجی۔ وہ ریسیور رکھ کر سٹنگ روم میں آیا۔ کال ریسیو کی۔ دوسری طرف سے رحمان صاحب کی آواز آئی تھی۔

" کیا تم آج مہ لقا کے کلینک گئے تھے۔۔۔۔"؟

"جی ہاں۔۔۔۔اور ڈھائی بجے تک ان کی واپسی کا انتخار کرتا رہا تھا"۔

" کمپاونڈر نے اپنی رپورٹ میں تمہارا ذکر ایک مشتبہ آدمی کی حیثیت سے کیا ہے۔۔۔۔"

" کمپاونڈر کی مرضی۔۔۔۔۔"

"اپنی اور تمہاری گفتگو کا پورا حوالہ بھی دیا ہے"۔

"دیا ہوگا جناب۔۔۔۔اب یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ میں اپنا تعارف ڈاکٹر شاہد کے ہونے والے سالے کی حیثیت سے کرا دیتا"۔

" بکواس مت کرو۔۔۔۔۔۔"

"جی بہت اچھا"۔

"فوراً گھر پہنچو۔۔۔۔"

"بہت بہتر"۔

ریسیور رکھ کر وہ پھر دوسرے کمرے میں پہنچا اور ایکس ٹو والے فون پر صفدر کے نمبر ڈائل کیے۔

"ہیلو۔۔۔" دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔

"ایکس ٹو۔۔۔"

"یس سر۔۔۔۔"

جولیا کی رپورٹ کے مطابق وہ گاڑی کسی غیر ملکی ڈیوڈ ہملٹن کے نام پر رجسٹر ہوئی تھی۔ جو گیارہویں شاہراہ کی عمارت سام بلڈنگ کے ساتویں فلیٹ میں رہتا ہے۔ اس کے بارے میں مزید معلومات۔۔۔۔۔"؟

"بہت بہتر جناب۔۔۔"

"دوسری بات۔۔۔ آج بارہ بج کر پینتالیس منٹ پر اس گاڑی کو ایک سفید فام لڑکی ڈرائیو کر رہی تھی۔ جس کے بال اخروٹ کی رنگت کے ہیں عمر بیس، پچیس سال کے درمیان، اوپری ہونٹ پر بائیں جانب ابھرا ہوا سرخ تل ہے۔ بارہ بج کر پینتالیس منٹ پر وہ ایک لیڈی ڈاکٹر مہ لقا کو اپنے ساتھ لے گئی تھی کسی مریض کو دکھانے کے لیے۔ ڈاکٹر مہ لقا کی واپسی ابھی تک نہیں ہوئی۔ میرا مطلب ہے آٹھ بجے تک۔ اب آٹھ بج کر سترہ منٹ ہوئے ہیں۔ اغوا کا کیس بھی ہو سکتا ہے۔ تمہیں دیکھنا یہ ہے کہ وہ لڑکی بھی اسی فلیٹ میں رہتی ہے یا نہیں۔۔۔۔"

"بہت بہتر جناب۔۔۔۔"

”ڈیٹس آل۔۔۔" یہ کہہ کر عمران نے ریسیور رکھ دیا۔

کمرے سے نکل ہی رہا تھا کہ سلیمان سے مڈبھیڑ ہو گئی"۔

" کبھی فرصت بھی ملے گی آپ کو۔۔۔۔۔"؟ اس نے کہا۔

"فرصت ہی فرصت ہے۔۔۔ کیا تکلیف ہے تمہیں۔۔۔۔"؟۔

"میری مونچھ کے دو بال سفید ہو گئے ہیں۔۔۔۔"

"الحمدللہ۔۔۔ بقیہ کب تک سفید ہو جائیں گے"؟۔

"آپ سنجیدگی سے میری بات سن لیجیے۔۔۔۔"

"اسی وقت۔۔۔"؟

اسی لئے پہلے ہی پوچھ لیا تھا کہ فرصت ہے یا نہیں۔۔۔۔"

"مونچھ کے دو عدد بالوں کے لیے قطعی فرصت نہیں۔۔۔۔"

"وہ کالیا کہہ رہا تھا کہ تیسرا بال بھی سفید ہو جائے تو پھر شادی نہیں ہوتی"۔

"جوزف کہہ رہا تھا تو پھر ٹھیک ہی ہوگا۔ نہ مجھے سفید بالوں کا تجربہ ہے اور نہ شادی کا"۔

"آپ مجھے پندرہ دن کی چھٹی دیں گے"۔

"جب تیسرا بال سفید ہو جائے گا۔ اب چل ہٹ سامنے سے گھر میں طلبی ہوئی ہے"۔

" گھر میں طلبی ہوئی ہے"؟۔ سلیمان نے حیرت سے کہا۔

" ابے ہاں۔۔۔۔ وہ ماما کی لونڈیا گلرخ ہے ناں اس کی شادی کا چکر چل رہا ہے"۔

" کسے۔۔۔۔"؟

" قادرے۔۔۔۔ لیکن قادر اسے پسند نہیں ہے"۔

" ارے میری شکل اسے یاد ہے یا نہیں۔۔۔۔"؟

" کوئی تازہ تصویر لادے۔۔۔ صورت بھی یاد آ جائے گی"۔

"تو گویا ابھی گنجائش ہے۔۔۔۔"؟

"بالکل۔۔۔ بالکل گلرخ کی پسند کا معاملہ ہے"۔

سلیمان قریب قریب دوڑتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا تھا اور واپسی میں بھی دیر نہیں لگائی تھی۔ پوسٹ کارڈ سائز کی تصویر عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "تازہ ترین تصویر ہے"۔

عمران ہی کا کوئی سوٹ پہنے ٹوسیٹر سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

"اچھا تو یہ عیاشیاں ہوئی ہیں میری عدم موجودگی میں"۔ عمران نے تصویر کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

'آپ ہی کے نام پر مرتا ہوں۔ لوگ دیکھتے ہیں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کون صاحب ہیں۔

ارے جانتے نہیں۔۔۔ عمران صاحب کے خانساماں چوہدری سلیمان صاحب ہیں"۔

"چوہدری بھی ہیں۔۔۔۔"

"ٹوسیٹر ڈرائیو کرنے والا لوہار تو کہلائے گا نہیں۔۔۔۔"

" ٹھیک کہتا ہے۔۔۔ ایک کوٹھی بھی تیرے نام کرادوں گا"۔

کون سی کوٹھی۔۔۔۔۔"؟

"شہر کی جس کوٹھی کی طرف بھی اشارہ کر دے گا۔ آخر خانساماں چوہدری سلیمان صاحب ہی کا تو عمران صاحب ہوں"۔

"دیکھیے بات پکی ہی کر کے آیئے گا۔۔۔"

"اور تیرا یہ حق بھی محفوظ رکھوں گا کہ مجھے کچی روٹیاں کھلاتا رہے"۔

"رات کا کھانا بھی وہاں ہی کھا لیجئے گا"۔ سلیمان نے خوش ہو کر کہا۔

"ظاہر ہے مرغ تو صرف اپنے لیے ہی لایا ہو گا"۔

"بڑا والا ملا ہی نہیں۔۔۔۔"

"اچھا۔۔۔۔اچھا۔۔۔اب ہٹ جا سامنے سے"۔

"تصویر تو لیتے جایئے۔۔۔۔ "سلیمان سامنے سے ہٹتا ہوا بولا۔

"زبانی بتا دوں گا کہ اپنا سوٹ پہنے اپنی ٹوسیٹر سے ٹیک لگائے کھڑا رہتا ہے چوہدری۔ تصویر میں وہ دونوں بال سفید نظر آ رہے ہیں"۔

سلیمان کھڑا بسورتا رہ گیا اور وہ فلیٹ سے باہر نکل آیا۔

گھر پہنچا تو رحمان صاحب لان ہی پر ٹہلتے مل گئے۔

"پہلے کنگسٹن اسٹریٹ کے تھانے جاو۔۔۔۔۔۔پھر یہاں آنا۔۔۔۔ "انہوں نے کہا۔

"تت۔۔۔۔۔تھانے۔۔۔۔ "عمران ہکلایا۔

"ایک مرسڈیز ملی ہے جسے ایک غیر ملکی لڑکی ڈرائیو کر رہی تھی۔ اسے روک لیا گیا ہے۔ تم شناخت کر سکو گے"۔

"جی ہاں۔۔۔کیا کمپاونڈر اور نرس بھی۔۔۔۔"؟

"میں نہیں جانتا۔۔۔۔تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم جاو۔۔۔۔۔"

"بہت بہتر۔۔۔۔۔ "عمران نے کہا اور واپسی کے لیے مڑا۔

کنگسٹن کا تھانہ وہاں سے قریباً تین میل کے فاصلے پر تھا۔ ٹوسیٹر تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی اور پھر وہ تھانے کے سامنے ہی روکی گئی تھی۔ قریب ایک مرسڈیز بھی کھڑی نظر آئی۔ لیکن وہ گاڑی ہر

گر نہیں تھی جس پر مہ لقا لے جائی گئی تھی۔ اس کا رجسٹریشن نمبر ایک عدد کا تھا اور سیریل بھی وہ نہیں تھا۔

وہ تھانے میں داخل ہوا لڑکی انچارج کے کمرے میں موجود تھی اور صد فیصد وہی لڑکی تھی جو مہ لقا کو لے گئی تھی۔ ڈاکٹر مہ لقا کا کمپاؤنڈر بھی موجود تھا۔

عمران کو دیکھتے ہی بول پڑا۔ "یہی صاحب تھے جو بکرے بیچنے آئے تھے"۔

عمران نے اپنا کارڈ انسپکٹر کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تھا اور کھڑا ہو گیا تھا۔

"مجھے افسوس ہے جناب۔۔۔ "اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا"۔ مجھے علم نہیں تھا کہ آپ کا معاملہ ہے"۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ میں ہی تھا اپنے ایک دوست کی بیوی کے لیے وقت لینے گیا تھا "۔ عمران نے کہا اور اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ لڑکی ماحول سے لاتعلق نظر آ رہی تھی۔

" کیا آپ نے اسے بتا دیا ہے کہ اسے کیوں روکا گیا ہے۔۔۔"؟ عمران نے انسپکٹر سے پوچھا۔

"نہیں جناب۔۔۔ وہ کہیں فون کرنا چاہتی تھی۔ لیکن میں نے اجازت نہیں دی۔ دراصل سی آئی بی کے کیپٹن فیاض کی کال آئی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ لڑکی کی شناخت کے لیے کسی کو بھیج رہے ہیں"۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ یہی لڑکی تھی۔۔۔۔ "عمران بولا۔

" کمپاؤنڈر نے بھی شناخت کر لیا ہے"۔

"لڑکی نے فوراً اعتراف کر لیا کہ وہ ڈاکٹر مہ لقا کو لے گئی تھی"۔

" کلینک سے صرف ڈھائی فرلانگ کے فاصلے پر رہتی ہوں"۔ اس نے کہا بھی یہی ہوا تھا۔

" قریبی کلینک وہی تھا میں سیدھی وہیں گئی تھی"۔

اور ڈاکٹر مہ لقا کو اپنی ہی گاڑی پر کلینک بھی واپس پہنچا دیا تھا۔۔۔"؟ انسپکٹر نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ میں نے کہا تھا کہ پہنچا دوں۔۔۔۔ لیکن اس نے کہا کہ فاصلہ زیادہ نہیں ہے اور اسے راستے ہی میں کسی جگہ رک کر کچھ خریدنا بھی ہے۔ پیدل ہی واپس ہوئی تھی"۔

انسپکٹر نے عمران کی طرف دیکھا اور عمران سر ہلا کر بولا۔ "ہو سکتا ہے ایسا ہی ہوا ہو۔ اسے بتا دیجئے کہ

مہ لقا اب تک گھر نہیں پہنچی"۔

انسپکٹر نے لڑکی کو اطلاع دی۔

"خدا کی پناہ ۔۔۔ تو اس لیے مجھے روکا گیا ہے۔ اب تو مجھے گھر فون کرنے دیجئے" ۔ لڑکی نے کہا۔

انسپکٹر نے عمران کی طرف دیکھا۔ اب لڑکی بھی پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔

عمران کے چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برس رہے تھے۔ اس نے عمران سے کہا۔ "شاید تم ہی تو تھے جس نے چلتے وقت ڈاکٹر سے کچھ کہا تھا"۔

"اسی قصور پر تو میں پکڑا، بلوایا گیا ہوں" ۔ عمران کراہا۔

"سوال یہ ہے کہ اگر وہ غائب ہوگئی ہے تو میرا کیا قصور ۔۔۔۔"؟

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں ۔۔۔۔ مسٹر انسپکٹر ۔۔۔۔۔ براہ مہربانی ہم دونوں کو جانے کی اجازت دیجئے۔ ہم بالکل بے قصور ہیں"۔

"ظاہر ہے ۔۔۔۔ ظاہر ہے ۔۔۔۔ " انسپکٹر سر ہلا کر بولا" ۔ آپ دونوں اپنے تحریری بیان دے کر جا سکتے ہیں"۔

"شکریہ ۔۔۔ لائیے کاغذ ۔۔۔۔ " عمران جیب سے کاغذ نکالتا ہوا بولا اور لڑکی سے کہا۔ "تم بھی وہی لکھ دو جو ابھی کہا تھا"۔

"بالکل لکھ دوں گی ۔۔۔۔"

دونوں نے اپنا اپنا تحریری بیان انسپکٹر کے حوالے کر دیا تھا۔

"تو پھر جائیں ہم دونوں ۔۔۔ " عمران نے احمقانہ انداز میں انسپکٹر سے پوچھا۔

"ضرور ۔۔۔ ضرور ۔۔۔۔ " انسپکٹر اٹھتا ہوا بولا۔ "مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ دونوں کو زحمت ہوئی"۔

عمران اور لڑکی ساتھ ہی نکلے تھے۔

"کیسی دشواری میں پڑ گئی ہوں" ۔ لڑکی نے کہا۔ "پاپا کو علم ہوگا تو ان کے مرض میں اضافہ ہو جائے گا"۔

"تبخیر معدہ کا شافی علاج صرف یونانی طب کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ جدید میڈیکل سائنس تو اس میں

نا کام ہو چکی ہے"۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔۔۔۔ پانچ سال سے مسلسل علاج ہو رہا ہے۔ وقتی طور پر افاقہ ہوتا ہے اور پھر وہی مصیبت۔۔۔۔۔"

"مجھے یونانی علاج میں خاصا دخل ہے۔ اگر کہو تو میں دیکھ لوں تمہارے پاپا کو۔۔۔۔۔"؟

لڑکی نے غور سے اسے دیکھا۔ کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "چلو اچھا ہے، تم اگر انہیں اس لیڈی ڈاکٹر کے سلسلے میں مطمئن کر سکو تو میرے لیے بہتر ہو گا۔ ظاہر ہے کہ جب میں اپنا تحریری بیان دے چکی ہوں تو آئندہ کارروائیوں میں مجھ سے مزید پوچھ گچھ ہو سکتی ہے"۔

"ہاں یہ بات تو ہے۔۔۔۔"

"میں تم سے استدعا کرتی ہوں کہ ضرور چلو میرے ساتھ۔ میں سخت نروس ہو گئی تھی۔ یہ سن کر کہ وہ ابھی تک گھر نہیں پہنچی۔ تم نے بڑا سہارا دیا۔ اگر تم دخل اندازی نہ کرتے تو یہ آفسر آسانی سے پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا"۔

"ہاں۔۔۔۔ کم از کم رات بھر ضرور بند رکھتا"۔

"چلو میرے ساتھ۔۔۔۔ اس کے بعد جہاں کہو گے خود پہنچا دوں گی"۔

"ضرور۔۔۔۔ ضرور۔۔۔۔۔"

عمران اس کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ لڑکی ڈرائیو کر رہی تھی۔

"تم مجھے بہت شریف آدمی معلوم ہوتے ہو"۔ اس نے کہا۔

"پتا نہیں۔ میں تو نہیں جانتا"۔ عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"میرے پاپا ماہر ارضیات ہیں۔ تمہاری حکومت نے ان کی خدمات حاصل کی ہیں"۔

"اچھا۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔ میں ان کا علاج کر دوں گا"۔

"لیکن ہم لوگوں کے لیے یہ طریقہ علاج نیا ہو گا"۔

"بڑی لذیذ ادویات ہوتی ہیں۔ تم تو یہ چاہو گی کہ انہیں ٹوسٹ پر لگا کر کھا جاو"۔

"تب تو بڑی اچھی بات ہے۔ میری چھینکوں کا علاج بھی کر دینا۔ آتی ہیں تو آتی ہی چلی جاتی ہیں"۔

"چھینکنے سے پہلے ناک میں سرسراہٹ ہوتی ہے یا کان میں۔۔۔۔"؟

اس پر تو غور نہیں کیا۔۔۔"

"اب غور کرنا۔۔۔"

"تو تم بھی ڈاکٹر ہو۔۔۔۔"؟

"حکیم۔۔۔یونانی علاج کرنے والے حکیم کہلاتے ہیں"۔

" کیا اس لیڈی ڈاکٹر سے تمہاری دوستی ہے"؟۔

" نہیں۔۔۔پہلی بار گیا تھا۔ ایک دوست کی بیوی کے لیے وقت لینے۔ جو یونانی طریق علاج پر یقین نہیں رکھتے"۔

"لذیذ دوائیں اسے پسند نہیں ہیں"؟۔

"خدا جانے۔۔۔اوہ معاف کرنا۔۔۔میں نے تمہارا نام نہیں پوچھا"۔

"میرا نام ہے کورنیلیا۔۔۔۔تم نیلی کہہ سکتے ہو"۔

" شکریہ۔۔۔۔۔میرا نام عمران ہے تم ران کہہ سکتی ہو"۔

"ہیلو ران۔۔۔۔ "وہ ہنس کر بولی۔

"ہیلو نیلی۔۔۔۔"

" اتنی ذرا سی دیر میں ہم دوست بن گئے "۔ لڑکی پھر ہنس پڑی۔

اور عمران بھی احمقانہ انداز میں ہنس پڑا۔

" میں نے محسوس کیا ہے کہ تمہارے یہاں لڑکے اور لڑکیاں الگ الگ رہتے ہیں"۔

" اور مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے"۔

" تمہاری کوئی گرل فرینڈ ہے۔۔۔۔"؟

" اسی لیے تو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ میری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے"۔

" میں کیسی رہوں گی"۔

"تت۔۔۔۔تت۔۔۔۔تم تو بہت اچھی ہو۔۔۔۔ "عمران ہکلایا۔

" شکریہ"۔

گاڑی ایک عمارت کے کمپاونڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ خاصا کشادہ لان تھا اور روشنی کا بھی معقول

انتظام تھا۔ گاڑی پورچ میں رکی تھی۔

"تم انگلش کے علاوہ اور کون کون سی یورپی زبانیں بول سکتے ہو۔۔۔۔۔"؟

" کوئی بھی نہیں۔۔۔۔۔۔ ہمارے یہاں صرف انگلش ہی عام طور پر پڑھائی جاتی ہے۔ ہم پر انگریزوں ہی کی حکومت رہی ہے نا۔۔۔۔۔"

" تمہاری انگلش بہت اچھی ہے"۔

" شکریہ نیلی۔۔۔۔"

"میری مادری زبان جرمن ہے۔۔۔۔۔ میرے باپ پچھلی جنگ عظیم میں ہجرت کرکے امریکہ آ گئے تھے"۔

"تم مجھے جرمن سکھا دو۔۔۔۔۔۔ "عمران گھگھیایا۔

"بڑی خوشی سے۔۔۔۔"

وہ اسے اندر لائی تھی اور سیدھی لائبریری میں لیتی چلی گئی تھی۔ جہاں ایک ادھیڑ عمر کا دبلا پتلا آدمی آرام کرسی پر نیم دراز پائپ کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"یہ مسٹر عمران ہیں پاپا"۔ وہ جلدی سے بولی۔ "مجھے پولیس نے روک لیا تھا"۔

" کک۔۔۔۔ کیوں۔۔۔؟"

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ سب ٹھیک ہے۔ مسٹر عمران کی وہ سے جلد گلوخلاصی ہو گئی ہے۔ وہ جو لیڈی ڈاکٹر آئی تھی غائب ہو گئی ہے۔۔"

" غائب ہو گئی ہے۔۔۔۔ میں نہیں سمجھا۔۔۔"

"یہ مسٹر عمران اس وقت کلینک میں موجود تھے۔ جب میں اسے یہاں لائی تھی۔ تم تو بے ہوش تھے اس نے انجکشن دیا تھا اور پھر جب میں نے اس سے کہا کہ چلو تمہیں کلینک تک چھوڑ آوں تو اس نے کہا کہ پیدل ہی چلی جائے گی۔ اسے راستے میں کچھ خریدنا ہے۔۔"

"اچھا تو پھر۔۔۔"

"وہ اب تک نہ تو کلینک پہنچی ہے اور نہ گھر۔۔۔"

"یہ تو بہت بری خبر ہے۔۔۔۔۔ بے بی۔۔۔۔ لیکن تمہیں پولیس نے کیسے پکڑا۔۔۔؟"

" کنگسٹن اسٹریٹ سے گزر رہی تھی کہ روک لی گئی۔ پھر یہ مسٹر عمران شاید میری شناخت کے لیے بلوائے گئے تھے۔""

"اچھا۔۔۔اچھا۔۔۔"

"اور میں نے پولیس آفیسر کا دماغ درست کر دیا۔۔۔ "عمران بولا۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ۔۔۔۔ہم یہاں اجنبی ہیں۔۔۔ بیٹھ جاؤ کھڑے کیوں ہو۔۔۔۔۔بے بی۔۔ ان کی مدارت کرو۔۔"

" کیا پیو گے۔۔۔؟ "نیلی نے پوچھا۔

"چائے اور سادہ پانی کے علاوہ کچھ نہیں پیتا۔۔"

"اچھا۔۔۔اچھا۔۔۔ "بوڑھا سر ہلا کر بولا۔"چائے ہی سہی۔۔۔"

نیلی چلی گئی۔۔۔اور عمران نے بوڑھے سے کہا۔"آپ کے مرض کے بارے میں معلوم کر کے سخت افسوس ہوا۔۔"

" کیا بتاؤں۔۔۔سارا قصور خرگوش کے گوشت کا ہے۔پانچ سال پہلے ایک ایسے خطے کا سروے کرنا پڑا تھا جہاں خرگوش کے علاوہ اور کوئی جانور پایا نہیں جاتا۔ چھ ماہ اسی کے گوشت پر گزارا کرنا پڑا تھا اور یہ مرض مول لے بیٹھا تھا۔"

"ارے خرگوش کیا۔۔۔طب یونانی تو ہاتھی تک کو مٹن بنا کر رکھ دیتی ہے۔"

"طب یونانی۔۔؟"

"ہاں۔۔۔۔خرگوش کے گوشت کے مضر اثرات زائل ہو سکتے ہیں۔املی کی پتیاں اس کے پیٹ میں بھر کر ابال دو۔۔۔۔۔۔بے ضرر ہو کر رہ جاتا ہے۔۔"

"املی کی پتیاں اگر اس علاقے میں دستیاب نہ ہوں تو۔۔۔"

" گیلی مٹی کہاں نہیں ہوتی۔۔۔۔کھال اتار کر اور آلائش صاف کر کے گیلی مٹی میں دبا دو۔تین گھنٹے تک دبا رہنے دو۔پھر نکال کر دھو ڈالو۔۔۔۔بس سمجھ لو کہ املی کی پتیوں والی کاروائی ہو گئی۔۔"

کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ نیلی واپس آ گئی۔"اب کوئی پولیس آفیسر یہاں بھی آ پہنچا ہے۔۔"

"آنے دو۔۔۔اس کا بھی دماغ درست کر دوں گا۔ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ طب یونانی۔۔"

بوڑھے نے ہاتھ اٹھا کر عمران کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور نیلی سے بولا۔۔ "بہت برا ہوا۔۔ بہت برا۔۔ ہم بڑی مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔۔۔ بلاؤ اسے۔۔"

پھر کیپٹن فیاض عمران کی شکل ہی دیکھتا رہ گیا تھا۔ کیونکہ طب یونانی کے فضائل بڑی شدومد سے بیان کئے جا رہے تھے۔ اور وہ ایسا بن گیا تھا جیسے فیاض سے شناسائی تک نہ ہو۔ فیاض نے بھی چھیڑنا شاید مناسب نہیں سمجھا۔

لڑکی سے براہ راست سوالات کرنے لگا تھا۔ عمران خاموش سنتا رہا۔ بوڑھا بھی خاموش تھا۔

" کیا کوئی ایسا گواہ ہے جس نے مہ لقا کو یہاں سے پیدل جاتے دیکھا ہو۔۔ " فیاض نے بالآخر اپنی دانست میں سب سے زیادہ خطرناک سوال کیا۔ لڑکی ہچکچائی تھی۔ لیکن عمران تڑ سے بولا تھا۔ " ہے کیوں نہیں۔۔۔۔۔ برابر والے بنگلے میں انٹرنیشنل بینک کا اسسٹنٹ منیجر صدیقی رہتا ہے اس نے دیکھا تھا"۔

وہ تینوں ہی اسے حیرت سے دیکھنے لگے۔

"میں ابھی اسے بلائے لاتا ہوں۔۔۔۔ "عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"جی نہیں آپ تشریف رکھئے۔۔۔۔ "فیاض نے بھنا کر کہا۔

"ہاں، شاید ران ٹھیک کہتا ہے"۔ لڑکی بولی۔

"ران۔۔۔۔۔ "فیاض کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"میرا نام عمران ہے۔۔۔۔۔ یہ بے تکلفی میں ران کہتی ہیں۔ ہم پرانے دوست ہیں"۔

فیاض نے طویل سانس لی اور شاید خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"آپ اس وقت کلینک میں موجود تھے"؟۔ فیاض نے کھنکار کر کہا۔

"جی ہاں۔۔۔۔ میں وہاں موجود تھا"۔

" تعجب ہے کہ آپ گاڑی میں نہیں بیٹھ گئے جب کہ پرانے دوست تھے"۔

"یہ میں ہی جانتا ہوں کہ مجھے کب کیا کرنا ہے"۔

"پھر آپ تصدیق کے لیے کیوں بلوائے گئے تھے جناب جب کہ پرانے دوست ہیں"۔

" لو بھئی کمال ہے وہ پولیس آفسر کیسے جان سکتا ہے کہ ہم پرانے دوست ہیں۔ کیا آپ کو معلوم

تھا۔۔۔۔؟ میں نے ابھی بتایا ہے۔۔۔“

اس کے بعد فیاض چند مزید الٹے سیدھے سوالات کرنے کے بعد رخصت ہوگیا تھا۔

"دیکھا اس کا بھی دماغ درست کردیا نا۔۔۔۔۔" عمران خوش ہوکر بولا۔

"وہ تو ٹھیک ہے۔۔۔۔۔" بوڑھے نے پرتشویش لہجے میں کہا۔ "لیکن میرے پڑوسی بینک منیجر والی شہادت کی بات۔۔۔"؟

"وہ یہی کہے گا کہ اس نے لیڈی ڈاکٹر کو پیدل جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ میرا دوست ہے"۔

"واہ۔۔۔۔ران واہ۔۔۔۔تم نے تھوڑی دیر پہلے کی دوستی کا حق ادا کردیا"۔ نیلی نے کہا۔

"لفظ دوستی کا تقدس اور احترام کوئی ہم مشرقیوں سے پوچھے"۔

"میں تسلیم کرتا ہوں۔۔۔۔" بوڑھا بولا۔

پھر چائے آئی تھی اس کے بعد نیلی نے عمران سے کہا تھا کہ وہ جہاں کہے اسے پہنچا آئے۔

"نہیں مجھے بھی پیدل ہی جانے دو۔۔۔۔" عمران نے کہا۔ "تمہارے پڑوسی بینک منیجر سے بھی تو بات پکی کرنی ہے۔ کل خود ہی ادھر آجاؤں گا"۔

باہر نکل کر وہ برابر والے بنگلے کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا تھا اور برآمدے کی طرف چل پڑا تھا۔

* * * *

آدھے گھنٹے کے بعد صدیقی کے بنگلے سے برآمد ہوکر فٹ پاتھ پر کھڑا ہوگیا۔ کسی ٹیکسی کا انتظار تھا۔

اپنی ٹوسیٹر تو کنگسٹن کے تھانے کے باہر چھوڑ آیا تھا۔

ٹیکسی جلد ہی مل گئی۔ ڈرائیور کو کنگسٹن اسٹیٹ چلنے کی ہدایت دے کر سیٹ کی پشت گاہ سے ٹک گیا۔

پھر جلد ہی اندازہ ہوگیا تھا کہ ایک گاڑی ٹیکسی کا تعاقب کررہی ہے۔

"نہیں۔۔۔۔کنگسٹن نہیں۔ پہلے مجھے سول لائنز جانا ہے۔ اس نے ڈرائیور سے کہا۔

"بہت اچھا جناب۔۔۔۔"۔

گاڑی اب بھی تعاقب کررہی تھی۔ عمران نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور منہ میں ایک پیس ڈال کر اسے آہستہ سے کچلنے لگا۔ حالات تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ تعاقب کا مطلب یہ تھا کہ باپ بیٹی اس کی طرف سے مطمئن نہیں تھے۔ یا محض اس کے بارے میں پوری معلومات فراہم کرنے کے

لیے یہ قدم اٹھایا گیا ہو۔

بہر حال اسے رانا پیلس جانا تھا۔ رحمان صاحب سے ملاقات بھی ضروری تھی۔ لیکن وہ کم از کم اس وقت کسی قسم کا رسک لینے پر تیار نہیں تھا۔

ٹیکسی اس نے رانا پیلس کے سامنے رکوائی تھی اور تعاقب کرنے والی گاڑی آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔

" ٹیکسی سے اتر کر اس نے کرایہ ادا کیا اور پھاٹک کی طرف چل پڑا۔

یہاں بلیک زیرو رانا تہوار علی کے سیکریٹری کی حیثیت سے مستقل طور پر مقیم تھا۔

پھاٹک پر پہنچ کر عمران نے چوکیدار سے کہا۔ "رانا صاحب کے سیکریٹری کو فون کرو کہ عمران آیا ہے"۔

سیکریٹری کی اجازت حاصل کئے بغیر چوکیدار کسی کو کمپاونڈ میں قدم بھی رکھنے نہیں دیتا تھا۔

پھاٹک پر کھڑے ہی کھڑے عمران نے تعاقب کرنے والی گاڑی کی واپسی بھی نوٹ کی۔ گاڑی کی رفتار بھی زیادہ تیز نہیں تھی۔ شاید ڈرائیور اس عمارت کا محل وقوع ذہن نشین کر لینا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمران عمارت کے ایک کمرے سے رحمان صاحب کو فون کرتا نظر آیا۔ بلیک زیرو اس کے قریب ہی مودب کھڑا تھا۔

" کیا بات ہے۔۔۔۔ تم آئے کیوں نہیں۔۔۔"؟ رحمان صاحب نے سوال کیا۔

" غالباً فیاض صاحب نے رپورٹ دے دی ہوگی"۔

" تمہاری یہ حرکت میری سمجھ میں نہیں آئی"؟۔

"وہ میں بعد میں عرض کروں گا۔ پہلے یہ بتایئے کہ معاملہ کنگسٹن تھانے سے اچانک آپ کے محکمے میں کیسے پہنچ گیا"؟۔

" مجھے حالات کا علم نہیں تھا۔ میں نے شام کو چھ بجے مہ لقا سے گھر پر بات کرنا چاہی تھی۔ وہاں پرنرس موجود تھی جس کے سامنے وقوعہ ہوا تھا۔ اسی نے میری کال ریسیو کی اور بتایا کہ کنگسٹن کے تھانے میں رپورٹ درج کرادی گئی ہے۔ اس نے اس آدمی کا ذکر بھی کیا جو مہ لقا کے ہاتھ بکرے فروخت کرنا چاہتا تھا۔ میں نے فیاض کو ہدایت کی کہ وہ تھانے سے معلومات حاصل کرے"۔

"بہر حال۔۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کا محکمہ اس معاملے کی طرف سے اپنی توجہ فوری طور پر ہٹا لے"۔

کیا مطلب۔۔۔"؟

" کھیل بگڑ جائے گا۔ اسے فی الحال کنگسٹن کے تھانے ہی تک محدود رہنے دیجئے۔ لڑکی بلاشبہ وہی ہے لیکن مرسیڈیز وہ نہیں ہے۔ ہاں ڈاکٹر شاہد کا کچھ پتا چلا"؟۔

" کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں گیا ہے"۔

"مہ لقا کے اغوا کی داستان پریس میں جانے دیجئے۔ اس کی تصویر سمیت"۔

" کیوں۔۔۔۔"؟

"شاہد کی واپسی کے لیے۔۔"

"ضروری نہیں ہے"۔

"میرا خیال ہے کہ دونوں کی گمشدگیاں ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں"۔

" آخر کس بناء پر۔۔۔۔۔"؟

"بناء ہی معلوم کرنے کے لیے شاہد کی فوری واپسی بے حد ضروری ہے"۔

" آخر تمہارے ذہن میں کیا ہے۔۔۔"؟

"شاہد خائف تھا۔ قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے"۔

"تمہارا خیال درست ہے۔ میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں"۔

"تو پھر اسے پریس میں جانے دیجئے"

" اچھی بات ہے۔۔"

"فی الحال صرف فون پر رابطہ رکھ سکوں گا"۔

"اچھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کرنے کی آواز آئی تھی۔

ساڑھے دس بج گئے تھے۔ عمران نے اس کے بعد اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ سلیمان نے کال ریسیو کی۔

"تیرے لیے سنہرا موقع ہے"۔ عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

" کیا بات پکی ہو گئی جناب عالی۔۔۔۔ "سلیمان کی چہکار سنائی دی۔

"تھوڑی سی کچی ہے ابھی۔ دیکھ میرا سب سے اچھا سوٹ پہن اور ایک ٹیکسی کر کے کنگسٹن کے تھانے

پہنچ جا۔ ٹوسیٹر باہر ہی کھڑی ملے گی۔ تجھے تو علم ہے کہ اگنیشن کی دوسری کنجی کس خانے میں چھپا کر رکھتا ہوں"۔

"اچھی طرح جناب عالی۔۔۔۔"

"بس تو پھر تو اسے وہاں سے گراج میں پہنچا دے"۔

"کیا بات ہوئی۔۔۔۔۔"؟

"سوٹ اتار کر سلیقے سے پریس کرنا اور الماری میں لٹکا دینا"۔ عمران نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اگر صفدر نے رپورٹ دی ہوگی تو فون سے اٹیچڈ ریکارڈر میں ریکارڈ ہو گئی ہو گی اور اب اس کے لیے گھر ہی جانا پڑے گا۔ لیکن پھر اس نے یہیں سے صفدر کے نمبر ڈائیل کیے۔ لیکن جواب نہ ملا۔ لیکن دیر تک کچھ سوچتے رہنے کے بعد اس نے جولیا کے نمبر ڈائیل کیے۔

"ہیلو۔۔۔ "دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ایکس ٹو۔۔۔"

"یس سر۔۔۔۔۔۔۔وہ جناب میں نے آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی"۔

"کیوں۔۔۔"؟

"جزیرہ موبار سے صفدر کی کال آئی تھی۔ اس نے آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ گیارہ بجے وہ پھر کال کرے گا"۔

"اس سے کہو کہ تین سات نو چھ پر مجھ سے گفتگو کر سکتا ہے۔ اس وقت سے صبح پانچ بجے تک"۔

"بہت بہتر جناب۔۔۔۔۔۔"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

"وہ جزیرہ موبار جا پہنچا ہے"۔ عمران نے مڑ کر بلیک زیرو سے کہا۔

"ہو سکتا ہے کسی کا تعاقب کر رہا ہے"۔

"یہی بات ہو سکتی ہے"۔

گیارہ بج کر پانچ منٹ پر صفدر کی کال آئی تھی۔

"تفصیلی معلومات کا موقع ہی نہ مل سکا جناب۔۔۔۔۔ "وہ کہہ رہا تھا۔ "ٹھیک پونے نو بجے

دونوں فلیٹ سے نکلے تھے اور اسی مرسیڈیز میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے تھے۔ میں نے تعاقب ہی کرنا مناسب سمجھا۔۔۔"

" کن دونوں کی بات کر رہے ہو۔۔۔"؟

"ڈیوڈ ہلمٹن اور وہ لڑکی۔۔۔۔۔۔۔۔"

" کون لڑکی۔۔۔"؟

"وہی جناب جس کے اوپری ہونٹ پر سرخ تل ہے اور اتنا نمایاں ہے کہ دور سے بھی نظر آتا ہے۔ بال اخروٹ کی رنگت کے ہیں"۔

" اچھا آگے کہو۔۔۔"

"وہ بندرگاہ پہنچے اور اس بڑی اور تیز رفتار لانچ پر سوار ہو گئے جو قریبی جزیروں تک جاتی ہے۔ میں بھی اسی لانچ میں ان کے ساتھ موبار تک آ پہنچا اور اب وہ یہاں اس وقت بلیو ہیون نائٹ کلب میں پاگلوں کی طرح رقص کر رہے ہیں"۔

"لہذا تم ہوش مندوں کی طرح فوراً واپس آ جاؤ۔۔۔۔اور وہاں ٹھہرو جہاں انہوں نے بندرگاہ پر اپنی گاڑی پارک کی ہے۔ اس پر خاص طور پر نظر رکھنا کہ لڑکی بھی واپس آتی ہے یا نہیں"۔

"بہت بہتر جناب۔۔۔"

"جلدی کرو۔۔۔"

"بہت بہتر۔۔۔۔"

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے بلیک زیرو سے کہا۔ "وہ پوری طرح ہوشیار ہیں اور انہیں پل پل کی خبر ہے"۔

"میں نہیں سمجھا جناب"؟۔

"لڑکی پونے نو بجے میرے ساتھ تھی اور وہ کہہ رہا ہے کہ پونے نو بجے سے وہ اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ وہ ڈیوڈ ہلمٹن کے ساتھ ہے اور دونوں جزیرہ موبار کے ایک نائٹ کلب میں رقص کر رہے ہیں"۔

"حیرت انگیز۔۔۔۔۔۔"

قطعی نہیں۔۔۔جس لڑکی کے ساتھ میں تھا صفدر نے اس کی شکل تک نہیں دیکھی۔ سرخ تل بنالینا مشکل نہیں اور یہ لڑکی کی آسان ترین شناخت ہے"۔

"تب پھر یہ لڑکی دیدہ دانستہ کنگسٹن کے تھانے کے قریب سے گزری ہوگی تاکہ شبہے سے بالاتر ہو جائے"۔

"ہوسکتا ہے لیکن یہ احمقانہ حرکت ہے۔ معاملات کو الجھانے کا ایک گھٹیا طریقہ۔ باخبر ضرور ہیں وہ لوگ لیکن زیادہ ذہین نہیں یا پھر بہت زیادہ ذہین ہیں اور ہمیں یہ باور کرانے کی کوشش کررہے ہیں کہ بالکل گھامڑ ہیں، آسانی سے پکڑ یجائیں گے۔

"جی ہاں۔۔۔۔دونوں ہی صورتیں ہوسکتی ہیں"۔

"خیر دیکھا جائے گا"۔

عمران اسی کمرے کے ایک صوفے پر لیٹ گیا اور فون سرہانے رکھ لیا تھا۔

بارہ بج کر دس منٹ پر فون کی گھنٹی پھر بجی تھی۔ دوسری طرف صفدر ہی تھا۔

"میں بندرگاہ پر واپس آ گیا ہوں جناب۔۔۔۔" وہ کہہ رہا تھا۔ "لیکن گاڑی اس جگہ موجود نہیں ہے جہاں پارک کی گئی تھی"۔

" گھر واپس آ کر سو جاو۔۔۔۔۔مجھے بھی نیند آ رہی ہے"۔ عمران نے کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا اور روشنی بجھا کر لیٹ گیا۔

--------------------*-------------*

دوسری صبح اخبارات میں ڈاکٹر مہ لقا کے اغوا کی داستان چھپ گئی تھی اور ساتھ ہی تبصرہ بھی تھا کہ ماہر ارضیات ہانس پریسیا کی بیٹی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر مہ لقا پیدل واپسی پر اصرار نہ کرتیں تو یہ واردات اتنی آسانی سے نہ ہوسکتی۔ انٹرنیشنل بینک کے اسسٹنٹ منیجر مسٹر صدیقی نے مس کورنیلیا کے بیان کی تصدیق کی ہے کہ ڈاکٹر مہ لقا وہاں سے پیدل ہی روانہ ہوئی تھیں۔ مسٹر صدیقی مسٹر ہانس پریسیا کے پڑوسی ہیں۔

عمران نے اخبار بلیک زیرو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جب اس لڑکی نے اعتراف کرلیا تھا کہ وہی مہ لقا کو لے گئی تھی تو پھر موبار والے ڈرامے کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی"۔

آپ ہی نے فرمایا تھا کہ وہ اپنے بارے میں ہمیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں"۔

"فی الحال اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا"۔

فون کی گھنٹی بجی تھی اور عمران نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔ دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔

"نئی خبر ہے جناب۔ ڈیوڈ ہملٹن نامی آدمی چھ ماہ قبل اس فلیٹ میں رہتا تھا اب وہاں ایک بوڑھی عورت رہتی ہے۔ پڑوسیوں نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے"۔

"تو کیا وہ دونوں اس کے رشتہ دار تھے جن کے ساتھ تم موبار گئے تھے"؟۔

"وہ کہتی ہے کہ میں یہاں تنہا رہتی ہوں اور کل تو کوئی آیا بھی نہیں تھا"۔

"تمہیں یقین ہے کہ تم نے ساتویں ہی فلیٹ سے انہیں برآمد ہوتے دیکھا تھا"؟۔

"جی ہاں ۔۔۔۔۔ مجھے یقین ہے ۔۔۔۔۔"

"گاڑی کہاں کھڑی کی تھی ۔۔"؟

"عمارت سے دو ڈھائی فرلانگ کے فاصلے پر۔ وہ دونوں وہاں سے پیدل گاڑی تک گئے تھے"۔

"بوڑھی عورت کے بارے میں کیا خیال ہے ۔۔۔۔"؟

"وہ ایک عیسائی عورت ہے۔ گرین ٹمپل گرلز سکول میں ہیڈ مسٹریس کے فرائض انجام دیتی ہے۔ پڑوسیوں سے معلوم ہوا ہے انہوں نے کبھی کسی مرد کو اس کے فلیٹ میں آتے نہیں دیکھا۔ عورتیں ہی آتی ہیں۔ بہر حال میں نے اس آدمی کا حلیہ بھی پڑوسیوں کو بتایا تھا لیکن جواب ملا کہ وہ ڈیوڈ ہلمٹن نہیں ہو سکتا۔ ڈیوڈ ہلمٹن ایک موٹا اور ادھیڑ عمر کا آدمی ہے۔ جوان اور اسمارٹ نہیں تھا۔

"ہوں ۔۔۔ اچھا ۔۔۔ دوسری ہدایات کا انتظار کرو"۔ عمران نے کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر اس نے بلیک زیرو کو صفدر کی رپورٹ سے آگاہ کیا تھا۔

"کسی حرکت کا بھی مقصد سمجھ میں نہیں آ رہا"۔ بلیک زیرو بولا۔

"پوری پارٹی عمران معلوم ہوتی ہے"۔ عمران بایاں آنکھ دبا کر مسکرایا تھا۔

"میری دانست میں تو وہ یہی چاہتے ہیں کہ ہماری تمام تر توجہ کورنیلیا ہی کی طرف رہے"۔

"اور کورنیلیا کی بے گناہی کا ثبوت خود میں نے فراہم کر دیا ہے۔ واہ کیا غزل ہوئی ہے۔ مرزا غالب کے ابتدائی دور کی۔ مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا ۔۔۔ اس بار میں نے خود ہی اپنے سر پر

ڈنڈا رسید کرلیا ہے"۔

بلیک زیرو اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"سب سے زیادہ شاندار گاڑی گیراج سے نکلوا دو۔۔"

"بہت بہتر جناب۔۔۔۔" بلیک زیرو اٹھتا ہوا بولا۔

اور تھوڑی دیر بعد ایئر کنڈیشنڈ امپالا رانا پیلس کی کمپاؤنڈ سے برآمد ہوئی تھی۔ عمران خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس وقت بھی اس کا اندازہ غلط نہ نکلا۔ تعاقب تو ہو ہی رہا تھا اور ایک گاڑی آگے بھی تھی۔

خود عمران کی گاڑی لاسلکی آلات سے لیس تھی۔ اس لیے دونوں گاڑیوں کے درمیان لاسلکی رابطے سے بھی لاعلم نہ رہ سکا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "یہ اس وقت ادھر ہی جائے گا۔ لہذا تم اطمینان سے چلتے رہو"۔

" کدھر جائے گا۔۔۔"؟ غالبا گاڑی سے پوچھا گیا۔

"پریسیا کی طرف۔۔۔۔" پچھلی گاڑی سے جواب ملا۔

" گفتگو انگریزی ہی میں ہو رہی تھی اور لہجے سے عمران نے ان کی قومیت کا اندازہ بھی لگا لیا تھا۔

شرارت آمیز مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر اٹھکیلیاں کرنے لگی۔ اس نے راستہ بدل دیا۔

اگلی گاڑی اسی سڑک پر مڑ گئی تھی۔ جس سے گزر کر وہ ماہر ارضیات ہانس پریسیا کی کوٹھی کی طرف جاتا۔

لیکن عمران سیدھا چلتا گیا۔ پچھلی گاڑی اب بھی عقب نما آئینے میں نظر آ رہی تھی۔

دفعتاً ٹرانس میٹر سے آواز آئی۔ "میرا اندازہ غلط تھا۔ وہ شاید پریسیا کی طرف نہیں جا رہا۔ گاڑی سیدھی جا رہی ہے۔ تم بھی پلٹ کر سیدھے ہی چلے آؤ۔۔۔"

"بہت اچھا۔۔۔۔۔۔" جواب ملا۔

عمران نے سر کو جنبش دی تھی اور سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے تھے۔

دونوں گاڑیوں کے درمیان میڈیم ویو پر رابطہ قائم تھا۔ عمران نے اپنی گاڑی کے ٹرانس میٹر کے مائیکرو ویو کا بٹن دبایا اور سائیکو مینشن سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ اپنے کسی ماتحت کو پچھلی دونوں گاڑیوں کی نگرانی پر مامور کرنا چاہتا تھا۔ رابطہ جلد ہی قائم ہو گیا اور وہ ایکس ٹو کی آواز میں احکامات جاری کرنے لگا۔

اب اسے اس وقت تک خوامخواہ شہر کی سڑکوں کے چکر لگانے تھے جب تک اس کے کسی ماتحت کی

طرف سے اطلاع نہ مل جاتی کہ دونوں گاڑیاں اس کی نظر میں آ گئی ہیں۔

--------------*-------*

پچھلی رات رحمان صاحب دیر تک جاگے تھے اس لیے کسلمندی کی وجہ سے انہوں نے آفس جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا اور فون پر ایک ڈپٹی ڈائریکٹر کو اطلاع بھی دے دی تھی کہ وہ آفس نہیں آ سکیں گے۔ انہوں نے صبح کے اخبارات دیکھے تھے جن میں مہ لقا والے کیس کی رپورٹنگ اسی طرح کی گئی تھی جس طرح انہوں نے چاہا تھا۔ اس رپورٹنگ کی روشنی میں ہانس پریسیا اور اس کی بیٹی فی الحال شبہے سے بالاتر ہو گئے تھے۔ لیکن ساتھ ہی عمران کا یہ ریمارک بھی ذہن میں کھٹک رہا تھا کہ لڑکی کی گاڑی بلا شبہ مرسیڈیز تھی لیکن وہ گاڑی نہیں تھی جس پر مہ لقا لے جائی گئی تھی۔

آخر عمران نے کس بناء پر یہ بات کہی تھی جس پر لڑکی کنگسٹن کے تھانے تک پہنچی تھی۔ کیا رجسٹریشن نمبر میں فرق تھا۔ ایسی صورت میں عمران کو چاہیئے تھا کہ انہیں اس گاڑی کے رجسٹریشن نمبر سے بھی آگاہ کر دینا۔

اسی ادھیڑ بن میں دوپہر کے کھانے کا وقت ہو گیا۔ میز پر ثریا کے علاوہ ان کی دونوں بھتیجیاں بھی تھیں۔ بیگم صاحبہ کبھی میز پر نہیں کھاتی تھیں، اس لیے ان کی عدم موجودگی غیر معمولی نہیں تھی۔

رحمان صاحب نے جیسے ہی اپنے سامنے والی قاب کا ڈھکن اٹھایا تو اچھل پڑے۔

"یہ کس کی بدتمیزی ہے۔" وہ دہاڑے تھے۔ لڑکیاں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں اور حیرت سے قاب کی طرف دیکھنے لگیں۔ کوئی مردہ پرندہ پروں سمیت قاب میں رکھا ہوا تھا۔ بغور دیکھنے پر تیتر نظر آیا۔۔۔ آدھا تیتر۔۔۔ ٹانگوں کے پاس سے آدھا غائب۔

" کس نے میز لگائی تھی۔۔۔؟ " وہ پھر دہاڑے۔

" خانساماں نے۔۔۔ یا شاید مجید نے۔۔۔؟ " ثریا سہم کر بولی۔

" بلاؤ دونوں کو۔۔۔ "

" ایک بھتیجی دوڑ گئی۔

" یہ آخر ہے کیا بلا۔۔۔؟ " ثریا نے چٹکی سے تیتر کی چونچ پکڑ کر اسے قاب سے اٹھاتے ہوئے کہا اور رحمان صاحب کی نظریں اس چھوٹے سے لفافے پر پڑی جو تیتر کے نیچے رکھا ہوا تھا۔

اتنے میں خانساماں آ گیا۔ رحمان صاحب نے لفافہ اٹھا کر جیب میں ڈال لیا تھا۔ ثریا نے تیتر کو پھر قاب میں رکھ دیا اور خانساماں کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہ کیا ہے۔۔۔؟ " رحمان صاحب قاب کی طرف اشارہ کر کے دہاڑے۔

"یہ۔۔۔ص۔۔۔۔۔صاحب۔۔۔ " خانساماں ہکلایا۔ اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے۔۔۔؟"

"م۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔نہیں جانتا صاحب۔۔۔۔۔میں نے تو دو بنے ہوئے تیتر رکھے تھے۔۔۔تیسرا تو کوئی تھا بھی نہیں۔۔"

"تو پھر یہ کہاں سے آیا۔۔۔"

"م۔۔۔۔میں کیا بتاؤ جناب عالی۔۔۔۔"

"جاؤ معلوم کرو۔۔۔ " رحمان صاحب میز پر ہاتھ مار کر چیخے اور اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے آئے۔ جیب سے لفافہ نکال کر چاک کیا۔ انگریزی میں ٹائپ کیا ہوا مختصر سا مضمون برآمد ہوا تھا۔

"جس آسانی سے یہ آدھا تیتر تمہاری کھانے کی میز پر پہنچ سکتا ہے اسی طرح تمہارے بیٹے کو بھی گولی ماری جا سکتی ہے۔۔"

رحمان صاحب کا چہرہ اتر گیا۔ خاصی دیر تک وہ بے حس و حرکت کھڑے رہے تھے پھر یہ معلوم کرنے نکلے تھے کہ آخر وہ تیتر اس قاب میں کیسے پہنچا۔۔۔"

تیتر صرف انہیں ہی مرغوب تھے اور خصوصیت سے انہی کے سامنے رکھے جاتے تھے۔

سارے ملازمین نے لاعلمی ظاہر کی تھی۔ ان کی دانست میں صبح سے اب تک کوئی اجنبی بھی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل نہیں ہوا تھا۔

ملازموں میں سبھی پرانے اور معتمد تھے۔

ثریا اور بھتیجیوں کو یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ تیتر کے نیچے سے برآمد ہونے والا لفافہ کیسا تھا۔

رحمان صاحب نے عمران سے فون پر رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن فلیٹ سے جواب ملا کہ وہ آٹھ بجے رات سے غائب ہے۔ ابھی تک نہیں آیا۔

ان کی جھنجھلاہٹ بڑھتی رہی پھر انہوں نے کیپٹن فیاض کو طلب کر لیا تھا۔

فیاض سختی سے دانت پر دانت جمائے سب کچھ سنتا رہا۔ کچھ بولا نہیں ۔

"اب وہ نجانے کہاں ہے۔۔ " رحمان صاحب نے بلآخر کہا۔

"اور نجانے کیا کرتے پھر رہے ہیں ۔"

"اسے تلاش کرو۔۔۔"

" کوشش کروں گا جناب ۔۔۔۔ لیکن یہ میرے لیے آسان کام نہ ہوگا۔ ویسے اغوا کا یہ کیس معمولی نہیں معلوم ہوتا۔۔"

"میں تبصرہ نہیں چاہتا۔۔ " رحمان صاحب غرائے۔ "جاو اسے تلاش کرو۔۔"

فیاض چلا گیا تھا۔ رحمان صاحب بے چینی سے ٹہلتے رہے ۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور رحمان صاحب نے ریسیور اٹھا لیا۔

دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی ۔

"تم کہاں ہو۔۔؟"

"ایک ریستوران میں ۔۔۔۔ دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوا ہوں ۔ گاڑی باہر کھڑی ہے اور دو گاڑیاں اور بھی ہیں جو میری گاڑی کا تعاقب کرتی رہی تھیں ۔ لہذا میں غسل خانے کے راستے سے پیدل ہی فرار ہو جاوں گا۔

" کیا بکواس ہے۔۔۔"

"یہ معاملہ بہت الجھا ہوا ہے ڈیڈی ۔ لیکن آپ مطمئن رہیے اور صرف اسی وقت تک مطمئن رہئے جب تک آپ کا محکمہ دخل اندازی نہیں کرتا۔۔"

"اپنی بکواس بند کردو اور میری سنو۔۔"

"جی ۔۔۔۔ جی ہاں ۔۔"

رحمان صاحب نے تیتر والا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا "فورا میرے پاس پہنچو۔"

"تب تو فوراہی تیتر کی طرح مار لیا جاوں گا۔ اب میری بھی سن لیجیے مہ لقا جس گاڑی پر لے جائی گئی تھی اس کا رجسٹریشن نمبر ایکس وائی زیڈ تین سو گیارہ تھا اور کسی غیر ملکی ڈیوڈ ہملٹن کے نام پر رجسٹر ہوئی ہے ۔

جو چھ ماہ قبل گیارہویں شاہراہ کی شام بلڈنگ کے ساتویں فلیٹ میں رہتا تھا۔ آپ یہ معلومات کنگسٹن کے تھانے کے انچارج کو بھجوا دیجیے اور فی الحال اسی کو تفتیش کرنے دیجئے۔"

"لیکن اب اس سے کیا فائدہ۔۔۔ وہ جانتے ہیں کہ تم اس معاملے میں کود پڑے ہو اور پھر انہوں نے براہ راست مجھے چیلنج کیا ہے۔"

"جھاولی دے رہے ہیں۔۔۔ جاسوسی ناولوں جیسا قصہ بنائے جا رہے ہیں۔۔۔ بھلا آدھا تیتر ۔۔۔۔۔واہ۔۔۔۔ بے چارے بہرام کو قبر میں پسینے آ گئے ہوں گے۔ ویسے ڈیڈی یہ معاملہ ہے بھی کچھ آدھا تیتر اور بٹیر قسم کا۔۔۔""

"فضول باتیں نہ کرو یہاں چلے آؤ۔۔۔" رحمان صاحب نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"دیکھیے ڈیڈی اگر آپ کا محکمہ حرکت میں آیا تو میں سچ مچ مارلیا جاؤں گا۔ وہ کریں گا باضابطہ کاروائیاں اور ان لوگوں نے بالکل جاسوسی فلموں کی سی دھاچوکڑی مچائی ہے۔ ہمیں بالکل احمق سمجھتے ہیں لہذا میری بے ضابطگی برداشت کیجئے۔"

" کیا تعاقب کرنے والے ریستوران میں نہیں داخل ہوئے۔۔"

"ریستوران تو میں نے شرما حضوری میں کہہ دیا تھا۔ دراصل ایرانی کا ہوٹل ہے اور وہ سفید فام لڑکی ہیں اس لیے باہر ہی انتظار کر رہے ہیں۔ ناغے کا دن ہے اس لیے یہاں انڈا گریبی زہر مار کرنی پڑی ہے۔۔۔ اللہ حافظ۔۔۔" رحمان صاحب نے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز سن کر دانت پیسے تھے۔

--------------------*--------*

عمران سچ مچ غسل خانے ہی کے راستے فرار ہو کر دوسری سڑک پر جا نکلا تھا۔ اسے اطلاع مل چکی تھی کہ صفدر اور چوہان دو الگ الگ گاڑیوں میں ان کا تعاقب شروع کر چکے ہیں۔

اب یہاں سے تو اسے سیدھے سائیکو مینشن ہی پہنچنا تھا۔ وہیں سے امپالا کی واپسی کا بھی انتظام ہو سکتا تھا جسے ایرانی کے ہوٹل کے سامنے پارک کر آیا تھا اور دونوں ماتحتوں کی رپورٹیں بھی وہیں ملتیں۔

خاصا ہشاش بشاش سائیکو مینشن میں داخل ہوا تھا اور سیدھا جولیانا فٹز واٹر کے کمرے میں جا داخل ہوا تھا۔

"فرمائیے۔۔۔" وہ بدمزاج مرغی کی طرح کڑکڑائی۔

ضروری نہیں کہ کچھ عرض ہی کرنے کے لیے حاضری دی ہو۔۔۔"

"پھر آمد کا مقصد۔۔۔؟"

"چپ چاپ تمہاری شکل دیکھتا رہوں گا۔۔"

"صفدر نے اطلاع دی ہے کہ امپالا میں تم ہی تھے۔""

"دو بندر پیچھے لگ گئے تھے لہذا مجبوراً چیف کو اطلاع دینی پڑی۔۔"

"آخاہ۔۔۔چیف کو چیف کب سے کہنے لگے۔۔"

"چوہا اس وقت کہتا ہوں جب وہ میرے کمیشن میں کٹوتیاں کرنے لگتا ہے۔۔۔"

""قصہ کیا ہے۔۔۔؟"

"مس کورنیلیا ہانس پریسیا کی موافقت میں جھوٹی شہادت دلوا بیٹھا ہوں۔۔"

"" کیا مطلب۔۔۔"

"ڈاکٹر مہ لقا کو پیدل جاتے کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔میں نے ایک گواہ کا انتظام کر دیا۔۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اغوا میں تمہارا ہی ہاتھ تھا۔"

"معقول کمیشن پر سب کچھ کر گزرتا ہوں۔۔۔جب چاہو اپنا بھی اغوا کرا سکتی ہو۔۔"

"سر پر ایک بال نہ رہنے دوں۔۔"

"وہ سر ہی کیا جو تمہارے اغوا کے بعد شانوں پر رہ جائے۔"

" بکواس مت کرو۔۔۔۔مجھے بتاو کہ کیا قصہ ہے۔۔"

"قصہ اسے چوہے کو معلوم ہوگا۔۔۔ "عمران نتھنے پھلا کر بولا۔۔۔"مجھ سے جو کچھ کہتا ہے کرتا رہتا ہوں۔ آج صبح کہا تھا، رانا پیلس جاو، وہاں سے امپالا میں بیٹھ کر نکلو اور شہر کا چکر لگاتے رہو۔ امپالا میں ٹرانسمیٹر بھی ہے۔ بس ہدایات دیتا رہا تھا کہ ادھر جاو۔۔۔۔ادھر جاو۔۔۔۔پھر کہا اب فلاں ایرانی کی ہوٹل میں لنچ کر کے براہ غسل خانے پیدل ہی فرار ہو جاو۔ ہائے۔۔۔انڈا گریبی۔۔۔۔اگر ایرانی کی مرغی کھاو تو پیٹ میں پہنچتے ہی فوراً انڈا دینا شروع کر دیتی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ گوشت کا ناغہ کیوں ہوتا ہے جبکہ ناغے کے دنوں میں بھی ریفریجریٹر بھرے رہتے ہیں اور جو ریفریجریٹر رکھنے کے بھی استطاعت نہیں رکھتے وہ روزانہ گوشت بھی نہیں کھا سکتے۔"

اچھی خاصی تقریر کرنے لگے ہو۔۔۔سیاسی لیڈر کیوں نہیں بن جاتے۔"

"بن جاتا لیکن قصابوں سے شکست کھا جانا میرے بس کا روگ نہیں۔"

" کیا بات ہوئی۔۔۔؟"

"پھر بکرے سے بات کرنی پڑی گی۔۔۔لہذا گول ہو جاو۔۔۔"

" کبھی تو کوئی تک کی بات کیا کرو۔۔۔"

"ہاں۔۔۔۔صفدر نے اور کیا کہا تھا۔۔۔"

" میں تمہیں رپورٹ دینے کی پابند نہیں ہوں۔۔۔براہ راست چیف کو دوں گی۔"

"عمران نے اسے باتوں میں الجھا کر اس طرح فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کیے تھے کہ وہ اس کی طرف توجہ نہیں دے سکی تھی۔"

"سر میں عمران بول رہا ہوں۔۔۔" اس نے ماوتھ پیس میں کہا۔ "مس جولیانا فٹز واٹر براہ راست مجھے رپورٹ دینے پر آمادہ نہیں ہے۔۔"

" آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔۔۔؟ "دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی۔

" جناب عالی۔۔۔میں اس وقت سائیکو مینشن میں ہوں اور مس جولیانا فٹز واٹر ہی کے فون پر ہی آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔"

"ریسیور اسے دیجیے۔۔۔"

عمران نے ریسیور جولیا کی طرف بڑھا دیا۔اس دوران میں وہ اسے غصیلی نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔ ریسیور لے کر اپنا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"یس سر۔۔۔۔۔جی۔۔۔۔۔۔۔جی۔۔۔۔۔۔بہت بہتر۔۔۔۔۔۔بہت بہتر۔۔۔۔"

ریسیور رکھ کر اس نے سڑا سا منہ بنایا تھا۔اور بولی تھی "ابھی پوری رپورٹ نہیں آئی۔صرف اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ امپالا سے تم اترے تھے۔"

"نہایت نالائق آدمی ہے کہ صرف میرے لیے کسی پبلک فون بوتھ تک جانے کی زحمت گوارا کی تھی۔۔"

"یہ ڈاکٹر مہ لقا کیا چیز ہے۔۔۔۔؟"

"تفصیل چوہے سے پوچھا کرو۔۔۔۔ ویسے آج کل سلیمان تمہیں بہت یاد کیا کرتا ہے۔۔"

"کسی دن جیل کی ہوا ضرور کھائے گا۔"

"اس طرح تو یاد نہیں کرتا۔۔۔ "

"پچھلے دنوں ایک غیر ملکی سفارت خانے نے تصویروں کی نمائش کا اہتمام کیا تھا۔ تمہارا یہ سلیمان وہاں بڑے ٹسے سے پہنچا تھا اور تصاویر پر تنقید کرتا پھر رہا تھا۔۔۔"

"اچھا۔۔۔ لیکن اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔۔ پکاسو کا بہت بڑا مداح ہے۔۔ تجریدی آرٹ پر جان دیتا ہے اور جیسی تصاویر دیکھ کر آتا ہے ویسے ہی چپاتیاں پکانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک دن ساڑھے تین فٹ لمبی چپاتی پکائی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔۔ کہنے لگا صدائے صحرا۔۔۔ اورابدیت ابھی توے پر ہے۔"

"تم دونوں کسی دن پاگل خانے جاؤ گے۔"

"کسی دن۔۔۔۔ کسی دن کی رٹ لگا رکھی ہے تم نے۔ کسی دن وہ جیل جائے اور کسی دن ہم دونوں پاگل خانے۔۔۔ ہپ۔۔۔۔"

فون کی گھنٹی بجی تھی اور جولیا نے ریسیور اٹھالیا تھا۔ دوسری طرف سے کچھ سن کر بولی۔ "چیف کے حکم کے مطابق تمہیں عمران کو رپورٹ دینی ہے۔ ریسیور اسے دے رہی ہوں۔" جولیا کا لہجہ بے حد خشک تھا۔ اس نے ریسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"ہیلو۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔ صفدر ہو۔۔۔۔۔ جیتے رہو۔۔۔۔" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"بہت دیر انتظار کرنے کے بعد ان میں سے ایک شاید سگریٹ خریدنے کے بہانے ہوٹل میں گیا تھا اور واپس آکر دوسری گاڑی والے سے کچھ کہتا رہا تھا۔ پھر وہ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے وہاں سے روانہ ہوگئی تھی۔ آپ سائیکو مینشن کب پہنچے۔۔۔؟"

"سوال نہ کرو۔۔۔۔ رپورٹ دیتے رہو۔۔۔۔" عمران بولا۔

"بیس منٹ بعد دونوں گاڑیاں ایک ہی عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی اور اس عمارت کا نام ہے لبرٹی ولا۔۔۔"

عمران نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے اور دوسرے طرف سے صفدر نے پوچھا۔ "

اب کیا حکم ہے۔۔۔؟"

"ان دونوں پر نظر رکھو۔۔ ان کے نام اور سفارت خانے سے تعلق کے بارے میں مکمل رپورٹ مجھے ہی دو گے۔ "

" کہاں۔۔۔؟"

"رانا پیلس میں میں موجود نہ ہوں تو رپورٹ ریکارڈ کرا دینا۔۔"

"بہت بہتر۔۔۔"

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور جولیا سے بولا۔۔ " کیا کچھ دیر اور میری شکل دیکھنا چاہتی ہو۔۔"

" کیا رکھا ہے تمہارے شکل میں۔۔ "وہ جل کر بولی۔

"یہ بڑے بڑے بتیس دانت۔۔۔ "عمران کہتا ہوا اٹھ گیا۔

سائیکو مینشن میں اس کا بھی ایک مخصوص کمرا تھا۔ اور اس نے اسے اس طرح آراستہ کیا تھا کہ یہاں والے اسے "احمق کی جنت " کہنے لگے تھے۔ اس کمرے میں پہنچ کر اس نے لباس تبدیل کیا اور فون پر رحمان صاحب کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ یہ ان کا ذاتی فون تھا اور خوابگاہ میں رہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد رحمان صاحب کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

" کوئی خاص خبر ڈیڈی۔۔۔؟"

" نہیں کوئی نہیں۔۔ " دوسری طرف سے کہا گیا۔

" لیکن میرے پاس تو بہت ہی اہم خبر ہے۔ اس واقعے کا تعلق لبرٹی والا سے ہے اور آپ جانتے ہی ہے کہ اس عمارت کو کتنے زبردست دوست **ملک** کا سفارت خانہ ہونے کا فخر حاصل ہے۔"

" تمہیں یقین ہے۔۔۔۔"

" عینی شہادت۔۔۔ میرا تعاقب کرنے والے وہی گئے ہیں۔۔۔"

"یہ تو کوئی ثبوت نہ ہوا۔ ممکن ہے کہ وہاں ان کا کوئی شناسا ہو۔"

"فطری بات ہے کہ اپنے ناکام تعاقب کی رپورٹ دینے وہ کسی یونہی سے شناسا کے پاس نہیں جا سکتے۔۔"

"ثبوت کے بغیر یہ فطری بات بھی مفروضے سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔۔"

"چلیئے یہی سہی۔۔۔ کہنے کا مطلب یہ کہ جب تک میں حتمی ثبوت فراہم نا کروں۔۔۔"

"پتا نہیں تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔۔۔" رحمان صاحب نے بات کاٹ دی۔

"اگر واقعی اس سفارت خانے کا معاملہ ہے تو آپ کے محکمے کی کاروائی بھی قطعی غیر موثر بات ہو گی۔۔"

"اچھا تو پھر۔۔۔؟"

"لیکن میں اپنے کسی نجی معاملے کے بارے میں قطعی خودمختار ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔۔۔؟"

"گزارش ہے کہ آپ اس سے بالکل لاتعلق ہو جائیے۔۔۔ میں دیکھ لوں گا اس آدھے تیتر کو۔۔۔"

"لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شاہد اور مہ لقا سے اس سفارت خانے کا کیا سروکا۔۔۔؟"

"سروکار کا پتہ بھی مجھے لگانے دیجیئے۔۔ کسی دھمکی سے مرغوب ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ وہ آدھا تیتر آپ کی میز پر کیونکر پہنچا۔۔"

ملازمین سبھی پرانے اور قابل اعتماد ہیں۔۔"

"اضافی آمدنی آج کل فرشتوں کو بھی بری نہیں لگتی۔ یا پھر اسے کوئی آسیبی معاملہ سمجھ لیجیئے۔۔۔""

"میں چھان بین کر رہا ہوں۔۔۔"

"صرف گھر کی حد تک۔۔۔ بات آگے نہ بڑھنے پائے۔۔"

"کیا اس کا تعلق شاہد کے استعفیٰ سے ہو سکتا ہے۔۔"

"میرا یہی خیال ہے۔۔۔ آپ ہی کی طرح کوئی اور بھی یہی چاہتا ہے کہ شاہد استعفیٰ واپس لے لے۔"

"لیکن وہ روپوش ہو گیا۔۔۔"

"ہاں۔۔۔ کہیں وہ بھی انہیں کے ہتھے نہ چڑھ گیا ہو۔۔"

"خدا جانے۔۔"

"اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس نے استعفیٰ کیوں دیا تھا۔۔"

"خدا کی پناہ کوئی بڑی سازش معلوم ہوتی ہے۔۔" رحمان صاحب کی آواز آئی۔

"اور وہ اتنے دیدہ دلیر ہیں کہ انہوں نے سی - آئی - بی کے ڈائریکٹر جنرل کو دھمکی دی ہے ۔

"سنو ۔۔۔ بہت محتاط رہو ۔۔۔"

"اب غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے لبرٹی ولا کی اہمیت کو ۔۔۔ لہذا یہی مناسب ہے کہ کنگسٹن کے تھانے کے انچارج کو ہی تفتیش کرنے دیجیئے ۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو ۔۔۔"

"شکریہ ڈیڈی ۔۔۔ "عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا ۔

----------------*----------*

رات تاریک تھی اور وہ سیاہ لباس میں تاریکی کا ایک حصہ معلوم ہو رہا تھا ۔ لباس اتنا چست تھا کہ کھال سے پیوست ہو کر رہ گیا تھا ۔ گیس ماسک سر پر منڈھا ہوا تھا اور اسے ابھی چہرے پر نہیں چڑھایا گیا تھا ۔ پشت پر ایک چھوٹا سا گیس سلنڈر بھی بندھا ہوا تھا ۔

وہ نہایت آسانی سے عمارت کے عقبی حصے کی تاریکی میں مدغم ہو گیا ۔ اس کے اطمینان سے صاف ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ پہلے ہی باخبر ہو کہ اس عمارت کے کمپاؤنڈ میں کتے نہیں ہیں ۔ وہ آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھتا رہا ۔

اور پھر اس دروازے تک جا پہنچا جو کچن کا عقبی دروازہ تھا ۔

جیب سے ایک باریک سا اوزار نکال کر قفل کے سوراخ میں ڈالا تھا ۔ قفل ہلکی سے آواز کے ساتھ کھل گیا ۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ دروازہ کھولا تھا اور اندر داخل ہو گیا ۔

پنسل ٹارچ کی باریک سی روشن لکیر اندھیرے میں چکرائی تھی اور دوسرے دروازے سے بہ آسانی گزر گیا تھا ۔

چاروں طرف تاریکی اور سناٹے کی حکمرانی تھی ۔ وہ آگے بڑھتا رہا ۔ حتی کہ کچھ دروازوں کے شیشوں پر گہری نیلی اور مدھم روشنی دکھائی دینے لگی ۔

ایک کمرے میں جھانکنے کے بعد وہ دوسرے کے دروازے پر رکا ۔ ہینڈل گھما کر دروازہ کھولنا چاہا لیکن وہ بھی مقفل ہی معلوم ہوا ۔

باریک اوزار ایک بار پھر قفل کے سوراخ میں رینگ گیا تھا۔ دروازہ آہستگی سے کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔

گہری نیلی روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی اور سامنے بستر پر وہ بے خبر سو رہی تھی۔

اس دوران میں گیس ماسک چہرے پر کھینچ لیا گیا تھا۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا وہ بستر کے قریب پہنچا اور ربڑ کی نلکی کے سرے کا رخ لڑکی کے چہرے کے قریب کرتے ہوئے سلنڈر سے گیس خارج کرنا شروع کی۔ ساتھ ہی وہ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی بھی دیکھے جا رہا تھا۔ پھر شاید تیس سکنڈ پر گیس کے اخراج کا سلسلہ منقطع کر کے لڑکی کو ہلایا جلایا تھا۔ لیکن وہ بے سدھ پڑی رہی۔ دوسرے ہی لمحے میں اس نے جھک کر لڑکی کو ہاتھوں پر اٹھایا اور باہر نکلا چلا گیا۔

اب بھی ہر طرف سناٹا ہی چھایا ہوا تھا۔

کچن کے دروازے سے نکل کر عقبی کمپاؤنڈ میں پہنچا جس کی دیوار زیادہ اونچی نہیں تھی۔ بے ہوش لڑکی کو اس طرح دیوار پر ڈال دیا کہ اس کا آدھا دھڑ دیوار کے دوسری طرف لٹک گیا۔

دیوار کو پھلانگنے کے بعد اس نے لڑکی کو کھینچ کر کاندھے پر ڈالا اور اس طرح ایک طرف چل پڑا تھا جیسے کوئی راہگیر اپنے کاندھے پر سامان اٹھائے مگن مگن چلا جا رہا ہو۔

قریباً ایک گھنٹے بعد لڑکی کو ایک کمرے میں ہوش آیا تھا۔

اسے جھنجھوڑ کر جگانے والا چہرے سے خوفناک لگ رہا تھا۔ وہ خوف زدہ آواز میں چیخی تھی۔

" کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔۔ " خوفناک چہرے والے نے کہا۔

"تت۔۔۔۔۔تو۔۔۔۔۔۔۔تم کون ہو۔۔۔۔؟ میں کہاں ہوں۔۔۔؟

"تم ایک کمرے میں ہو۔۔ لیکن یہ تمہاری کوٹھی کا کمرہ نہیں ہے اور میں ہرگز نہیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں۔۔"

"آخر اس کا مطلب کیا ہے۔۔۔؟ " وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوئی غرائی۔

"اس کا مطلب ہے تفریح۔۔"

"میں یہاں کیسی پہنچی۔۔"

""اٹھا لایا ہوں۔۔۔ "لاپرواہی سے جواب دیا گیا۔

" کیوں ۔ ۔ ۔؟"

"" تمہاری شکل دیکھنے کے لیے ۔ ۔"

" میں سمجھ گئی ۔ ۔ ۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا میں اعتراف کر لیتی ۔ ۔ ۔"

" بکواس مت کرو ۔ ۔ ۔ سچی بات بتاؤ ۔ ۔ ۔"

" کلینک میں میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ کوئی میرے چہرے کا تفصیلی جائزہ نہ لے سکے ۔ لیکن اس وقت جب میں ڈاکٹر کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ رہی تھی تو ایک آدمی وہاں آ گیا تھا اور اس نے مجھے بغور دیکھا تھا اور جب مجھے پولیس اسٹیشن لے جایا گیا تو وہ آدمی بھی وہاں آیا تھا ۔ بس پھر مجھے اعتراف کرنا پڑا ۔ ۔ ۔ لیکن ۔ ۔ ۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے کہ تم نے اسے پیدل رخصت کر دیا تھا ۔ ۔"

" اور اس کی شہادت بھی دلوا دی ۔ ۔ ۔ " وہ خوش ہو کر بولی ۔

" تم پولیس اسٹیشن کی طرف گئی ہی کیوں تھی ۔ ۔ ۔؟'

"میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ادھر پولیس اسٹیشن ہے جہاں ان لوگوں نے رپورٹ درج کرائی ہے"

" تمہیں کل گھر سے باہر ہی نہ نکلنا چاہیئے تھا ۔ ۔"

"ب ۔ ۔ ۔ ۔ بس ۔ ۔ ۔ ۔ غلطی ہو گئی ۔ ۔ ۔ اب تم میرے باپ کا پیچھا چھوڑ دو ۔ ۔"

" کیا مطلب ۔ ۔ ۔"

"وہ کبھی تبخیر معدہ کا مریض نہیں رہا ۔ اس کام کی وجہ سے اتنا نروس ہوا تھا کہ بے ہوش ہو گیا تھا ۔ سچ مچ بے ہوش ہو گیا تھا ۔ ۔ ۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہوئی ۔ ۔ تمہیں بہانہ مل گیا ۔ ۔"

" لیکن وہ کب دیکھ سکی میرے باپ کو ۔ ۔ ۔ وہ میری عدم موجودگی میں خود بہ خود ہوش میں آ گیا تھا ۔ ۔ ۔ اور سنو ۔ ۔ ۔ انہیں علم ہو گیا ہے کہ میں دوسری گاڑی میں تھی ۔ اب وہ پولیس آفیسر اس سلسلے میں مجھ پر جرح کرتا رہا تھا ۔ ۔ ۔"

" سب کچھ تمہاری حماقت کے بنا پر ہوا ۔ ۔ ۔ نہ تم پولیس اسٹیشن کی طرف جاتیں اور نہ یہ سب کچھ

ہوتا۔۔۔"

"اب میں کوئی عادی مجرمہ تو نہیں ہوں۔ پہلی بار مجھے ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ خدا کے لیے میرے باپ کو مطمئن کر دو۔ وہ بہت خائف ہے۔"

کوئی جواب دیے بغیر وہ ٹی وی سیٹ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس کا سوئچ آن کر کے کورنیلیا کی طرف واپس آیا۔

وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"ادھر دیکھو۔۔۔" اس نے ٹی وی کی طرف اشارہ کیا۔

اسکرین روشن ہو گئی تھی۔ کسی کمرے کا منظر تھا۔ جس میں لاتعداد بہت بڑے بڑے چوہے اچھلتے کودتے پھر رہے تھے۔

"یہ۔۔۔یہ ۔۔۔۔۔کیا ہے۔۔۔؟" لڑکی ہکلائی۔

"یہ کلوزڈ سرکٹ ٹی وی ہے۔۔۔اس عمارت کے ایک کمرے کا منظر پیش کر رہا ہے۔"

"تت۔۔۔تو۔۔۔پھر۔۔۔"

"تمہیں پندرہ منٹ کے لیے اس کمرے میں بند کر دیا جائے گا۔۔۔"

"کک۔۔۔کیوں۔۔۔نہیں۔۔۔نہیں۔۔""

"تمہاری ناک کے نیچے جو یہ سرخ ابھرا ہوا تل ہے نا۔۔۔"

"ہاں۔۔۔۔ہے تو۔۔۔" وہ بوکھلا کر بولی۔

"تم اس تل کی وجہ سے پہچانی گئی تھی۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔۔"

"ان چوہوں میں ایک ایسا بھی ہے۔" اس نے ٹی وی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔۔" جو سرخ تلوں پر جان دیتا ہے۔ اچھل کر تمہارے منہ پر آئے گا اور اس تل کو نوچ لے جائے گا۔"

"نہیں۔۔۔نہیں۔۔" وہ خوف زدہ انداز میں چیخی۔

"سزا تو تمہیں ملی گی۔۔"

"آخر کس بات کی سزا۔۔۔میں نے کیا کیا ہے۔۔"

"تم نے لیڈی ڈاکٹر کو وہاں نہیں پہنچایا۔ ۔ ۔ جہاں پہنچانے کے لیے کہا گیا تھا۔ "

'وہیں پہنچایا گیا تھا۔ ۔ ۔ ہارلم ہاوز ہی تو کہا گیا تھا۔ ۔ '

" کس ہارلم ہاوز میں"

"وہی جو گر ینگ روڈ پر ہے۔ ۔ "لڑکی کپکپائی ہوئی آواز میں بولی۔ " اور اسے مریض کے کمرے میں پہنچا کر فوراً پلٹ آئی تھی۔ "

"وہاں کون رہتا ہے۔ ۔ "

" میں کیا جانوں مجھے یہ نہیں بتایا گیا تھا۔ ۔ ۔ "

" کوئی غلطی ضرور ہوئی ہے۔ ۔ " خوف ناک چہرے والے نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

" کیا غلطی ہوئی ہے۔ ۔ کس سے ہوئی ہے۔ ۔ "

" تمہیں کس سے ہدایت ملی تھی کہ لیڈی ڈاکٹر کو ہارلم ہاوز میں پہنچا دو۔ ۔ "

" اپنے باپ سے۔ ۔ ۔ وہ بہت خائف تھا۔ ۔ ۔ اس نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ کس کی ہدایت پر وہ مجھ سے یہ کام لے رہا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ بس ہیں کچھ ایسے لوگ جن کا حکم نہ ماننے پر میں قتل بھی کیا جا سکتا ہوں۔ ۔ "

" اچھی بات ہے لڑکی۔ ۔ ۔ میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ ۔ ۔ جس طرح لائی گئی ہو اس طرح پہنچا دی جاوگی اور صبح کو بستر پر ہی بیدار ہوگی"۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن میرے باپ کو بھی معاف کر دیجیے۔ رحم کیجئے ان پر۔ ۔ ۔ ۔ انہیں دھمکیاں نہ دیجیے"۔

" اس پر غور کیا جائے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن ایک بات غور سے سن لو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

" کہیے جناب۔ ۔ ۔ ۔ میں ہر حکم کی تعمیل کروں گی"۔

" تم اس ملاقات کا ذکر اپنے باپ سے بھی نہیں کرو گی۔ کسی سے بھی نہیں"۔

" لیکن اگر ان کو میری عدم موجودگی کا پتا چل گیا تو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "؟

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم معمول کے مطابق صبح اپنے بستر پر سے اٹھو گی"۔

" اگر یہ بات ہے تو یقین کیجیے کہ میں کسی سے بھی اس کا ذکر نہیں کروں گی"۔

"اور اب بے ہوش ہونے کے لیے تیار ہو جاو۔"

"مم۔۔۔۔میں نہیں سمجھی جناب۔۔۔"؟

"تمہیں ایک انٹراوینس انجکشن دیا جائے گا۔ کیونکہ تم اپنے ہوش میں تو یہاں آئی نہیں تھیں"۔

"جی ہاں۔۔۔۔جی ہاں۔۔۔۔جیسی آپ کی مرضی"۔

"بہت جلد تمہارے باپ کی گلوخاصی ہو جائے گی۔ لیکن اس کا انحصار تمہارے رویئے پر ہو گا۔ اگر تم نے اس ملاقات کا ذکر کسی سے کر دیا تو۔۔۔"

"ہرگز۔۔۔۔۔نہیں۔۔۔۔ہرگز نہیں جناب۔۔۔۔"

"میرا نام ڈھمپ ہے۔۔۔۔میں فون پر تم سے رابطہ رکھوں گا"۔

"ضرور۔۔۔۔۔ضرور۔۔۔۔میں اس کا بھی ذکر کسی سے نہیں کروں گی"۔

"مجموعی طور پر خاصی سمجھ دار ہو"۔

وہ کچھ نہ بولی۔ اسے ایک الماری سے ہائپوڈرمک سرنج نکالتے دیکھ رہی تھی۔

-------------*-----*

دوسری صبح عمران نے سائیکومینشن سے رحمان صاحب کو فون کیا تھا۔ "ڈاکٹر شاہد کا سراغ مل گیا ہے"۔ انہوں نے اطلاع دی۔

"کہاں ہے"؟ عمران نے پوچھا۔

"کچھ دیر پہلے اس کی کال آئی تھی۔ شہر ہی میں ہے۔ مہ لقا کے اغوا کی بناء پر اسے مجھ سے رابطہ قائم کرنا پڑا ہے"۔

"کیا کہتا ہے۔۔۔"؟

"فی الحال اتنا ہی بتایا ہے کہ اس اغوا کا تعلق اس کے استعفی سے ہی ہو سکتا ہے۔ کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ میں استعفی واپس لے لوں۔۔۔۔۔"

"شاید میں نے بھی یہی کہا تھا۔۔۔"۔ عمران بولا۔

"لیکن شاہد نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کہاں ہے"۔

"اب کال آئے تو ایکسچینج سے معلوم کرا لیجئے گا۔ لیکن کیا اس نے صرف یہی بتانے کے لیے فون کیا تھا

کہ مہ لقا کے اغوا کا تعلق اس کے استعفٰی سے ہے"؟۔

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں بتایا تھا۔ ان لوگوں کی نشان دہی بھی نہیں کر سکا جو استعفٰی کی واپسی کے خواہاں ہیں"۔

"آخر کہتا کیا ہے---------"؟

"کچھ بھی نہیں ----میرے استفسار پر بس اتنا ہی کہا تھا کہ وہ کسی وقت خود ہی مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا اور اس سے پہلے فون پر مطلع بھی کر دے گا"۔

"عقل کا بھی ڈاکٹر ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس کی کال آئے تو کہہ دیجئے کہ وہ خود زحمت نہ کرے بلکہ اس جگہ کی نشان دہی کر دے جہاں چھپا ہوا ہے۔ خود باہر نکلنے کا خطرہ مول نہ لے۔ بے حد باخبر اور خطرناک لوگ معلوم ہوتے ہیں"۔

"تم آخر کیا کر رہے ہو---"؟

"میں نے معلوم کر لیا ہے کہ مہ لقا کہاں لے جائی گئی تھی۔ لیکن ضروری نہیں کہ اب بھی وہیں ہو"۔

"کہاں لے جائی گئی تھی-----"؟

"ہارلم ہاوز میں ----آپ جانتے ہیں کہ وہاں اس سفارت خانے کا پریس اتاشی رہتا ہے"۔

"یہ کس سے معلوم کیا---"؟

"مت پوچھئے----اگر آپ کے محکمے سے میرا تعلق ہوتا تو آپ طریق کار کی بنا پر مجھے گولی مار دیتے"۔

"اور شاید اتنی جلدی معلوم بھی نہ کر سکتا"۔ رحمان صاحب مردہ سی آواز میں بولے۔

عمران نے مسکرا کر بائیں آنکھ دبائی تھی۔ رحمان صاحب کے اعتراف شکست پر شاید دل باغ باغ ہو گیا تھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ڈیڈی---" اس نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔ "دراصل طریق کار سے بڑا فرق پڑتا ہے۔ باضابطہ کارروائیوں میں زیادہ وقت صرف ہوتا ہے"۔

"اب کیا کرو گے---"؟

"کل جن دو افراد نے میرا تعاقب کیا تھا وہ پریس اتاشی ہی کے ماتحت ثابت ہوئے ہیں۔ لہذا اب

تمام تر توجہ ہارلم ہاوز ہی کی طرف ہے"۔

"بہت محتاط رہنا۔۔۔"

"فکر نہ کیجئے۔۔۔ہاں اس تیتر کے سلسلے میں کیا ہوا۔۔۔"؟

"کچھ بھی نہیں۔۔۔۔ملازموں پر تشدد نہیں کرنا چاہتا"۔

"صرف قادر کو ٹٹو لئے۔۔۔"

"کیوں۔۔۔"؟

"وہ آج کل بہت بڑا ضرورت مند بن گیا ہے"۔

"کیا مطلب۔۔۔۔"؟

"تحائف خریدتا ہوا دیکھا گیا ہے"۔

"پتا نہیں کیا بک رہے ہو۔۔۔۔"

"گل رخ کے دو کنڈیڈیٹ ہیں۔۔۔ایک قادر اور دوسرا سلیمان۔۔۔"

"اوہ۔۔۔"

"بس قادر پر نظر رکھئے۔۔۔کسی نے بم تو رکھوایا نہیں تھا۔ آدھا تیتر اور ایک لفافہ اتنی سی بات کے لیے سو دو سو کیا بر ے ہیں"۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔۔۔۔میں دیکھوں گا۔۔۔"

"ہوسکتا ہے آدھا تیتر شاہد کے لیے ہو۔۔۔اور لفافہ آپ کے لیے"۔

"میں نہیں سمجھا۔۔۔"؟

"میں اسے محض ایک احمقانہ حرکت سمجھنے کے لیے تیار نہیں۔ آپ کے لیے صرف لفافہ ہی کافی تھا۔ یقین کیجئے بہت باخبر لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ اس حد تک جانتے ہیں کہ آپ کو تیتر پسند ہیں اور صرف آپ ہی کے سامنے رکھے جاتے ہیں اور ان کی معلومات کا ذریعہ گھر کا کوئی ملازم ہی ہوسکتا ہے"۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ آدھا تیتر کسی وہم کی علامت ہی ہوسکتی ہے۔ لیکن صرف اسی لیے جو اس سے سروکار رکھتا ہو"۔

"ممکن ہے۔۔۔شاہد اس علامت کو پہچانتا ہو۔۔۔۔ظاہر ہے وہ دھمکی مہ لقا کے اغوا کے سلسلے

میں چھان بین ہی کرنے کی بنا پر مجھے ملی تھی۔ لہذا آپ شاہد سے اس کا ذکر ضرور کریں گے"۔

"سامنے کی بات ہے۔۔۔"

"شاہد تک پہنچنا بے حد ضروری ہو گیا ہے"۔

"اس کی دوسری کال کا منتظر ہوں۔۔۔ تمہارے مشورے پر عمل کیا جائے گا"۔

"شکریہ ڈیڈی۔۔۔ میں ہر آدھے گھنٹے بعد آپ سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔ فون نمبر اس لیے نہیں دے سکتا کہ کسی ایک جگہ قیام نہیں ہے"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

وہ سائیکو مینشن سے ریڈی میڈ میک اپ میں نکلا۔ پھولی ہوئی ناک کے نیچے تھوڑی تک جھکا ہوا مونچھوں کا سائبان پہلی نظر میں خاصا ڈراونا لگ رہا تھا۔

ہارلم ہاوز کی نگرانی صفدر، چوہان اور صدیقی کر رہے تھے۔ کورنیلیا کی کوٹھی خاور کے ذمے ڈالی گئی تھی۔

عمران ہارلم ہاوز کا جائزہ باہر سے لینا چاہتا تھا۔ یہ عمارت شہر کے اس حصے میں واقع تھی جہاں دولت مند طبقے کے لوگ آباد تھے اور ساری عمارات ایک دوسرے سے خاصے فاصلے پر تھیں۔

چاروں طرف گھوم پھر کر اس نے ہارلم ہاوز کا جائزہ لیا تھا اور پھر ایک ریستوران میں آ بیٹھا تھا۔

یہیں سے اس نے ایک بار پھر رحمان صاحب کے نمبر ڈائل کئے دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا تھا۔ رحمان صاحب نے اس کی آواز پہچانی تھی اور صرف اتنا کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

"بیچ ویو۔۔۔۔۔ ہٹ نمبر تراسی۔۔۔"

عمران نے سر کو جنبش دی اور ریسیور رکھ کر اپنی میز پر پلٹ آیا۔ کافی طلب کی تھی اور بیس منٹ بعد بل ادا کر کے اٹھ گیا تھا۔

اب اس کی گاڑی بیچ سی ویو کی طرف جا رہی تھی۔ بہترین ساحلی تفریح گاہوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ ہٹ کرائے پر دیئے جاتے تھے اور کسی نہ کسی ہوٹل سے متعلق تھے۔ تراسی نمبر کا ہٹ گلبا ہوٹل کے زیر انتظام تھا وہیں سے اس نے اس کے فون کا نمبر حاصل کیا تھا۔ وہاں جانے سے قبل ڈاکٹر شاہد سے فون پر گفتگو کرنا چاہتا تھا۔

"ہیلو۔۔۔ کک۔۔۔ کون ہے۔۔۔؟" دوسری طرف سے خوف زدہ سی آواز آئی۔ یہ جملہ

انگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور ساتھ ہی کوشش کی گئی تھی کہ لہجہ خالص امریکی معلوم ہو۔

"میں تمہارا ہونے والا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "والا "بول رہا ہوں"۔ عمران نے اردو میں کہا۔

"والا۔ ۔ ۔ والا کیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ "بیساختگی میں اس بار اردو ہی استعمال کی گئی تھی۔

"سالا کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ ۔ ۔ "

"اچھا۔ ۔ ۔ اچھا۔ ۔ ۔ سمجھ گیا۔ ۔ ۔ "

"نام مت لینا۔ ۔ ۔ میں پہنچ رہا ہوں۔ ۔ "

"آیئے۔ ۔ ۔ ۔ آیئے۔ ۔ ۔ آ جایئے۔ ۔ ۔ میں خطرے میں ہوں۔ شاید انہوں نے میرا سراغ پالیا ہے۔ ہٹ کے چاروں طرف ایک آدھ آدمی موجود ہے"۔

"غیر ملکی۔ ۔ ۔ "؟

"ایک غیر ملکی بھی ہے"۔

"فکر نہ کرو۔ ۔ ۔ میں زیادہ دور نہیں ہوں۔ ۔ ۔ گلبارے بول رہا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابھی پہنچا"۔

ہوٹل سے نکل کر عمران پیدل ہی ہٹ نمبر تراسی کی طرف چل پڑا تھا۔ گاڑی وہیں پارک رہنے دی تھی۔ ہٹ تک پہنچنے میں تین چار منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔ لیکن اس نے ہٹ کا دروازہ کھلا دیکھا اور قریب ہی دو تین دیسی آدمی کھڑے نظر آئے اور وہ دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ان میں سے ایک آدمی نے اونچی آواز میں کہا۔ "وہاں اب کوئی نہیں ہے"۔

"میں نہیں سمجھا۔ ۔ ۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ۔ ۔ "؟ عمران پلٹ کر بولا۔

"بیمار کو وہ ایمبولینس گاڑی میں لے گئے۔ ۔ ۔ "

"کوئی نہ کوئی تو ہوگا۔ ۔ ۔ "

"جی نہیں۔ ۔ ۔ وہ تنہا تھا۔ ۔ ۔ اور پتا نہیں کب سے بیمار تھا۔ غشی طاری تھی اس پر۔ ۔ ۔ ۔ شاید مشن ہسپتال والے لے گئے ہیں۔ دو انگریز بھی تھے گاڑی پر۔ ۔ ۔ "

"گاڑی کدھر گئی ہے۔ ۔ ۔ "؟

"ہسپتال ہی گئی ہوگی۔ ۔ ۔ "

گفتگو کو آگے بڑھانا وقت ہی ضائع کرنا تھا۔ عمران پھر گلبار کی طرف مڑا۔ اس بار راستہ طے کرنے

میں ڈیڑھ منٹ سے بھی کم صرف ہوئے تھے۔ گاڑی اسٹارٹ کی اور مین روڈ کی طرف چل پڑا۔

اور پھر اسے وہ سفید گاڑی نظر آ گئی جس پر ریڈ کراس بنا ہوا تھا۔ کسی قدر فاصلے سے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ لیکن وہ شہر کی طرف نہیں جا رہی تھی۔

شاہد کی گفتگو سے تو یہی پتا چلتا تھا کہ وہ پوری طرح ہوشیار ہے۔۔۔ ظاہر ہے کہ اس نے دروازہ بھی بند کر رکھا ہوگا۔ پھر وہ اس آسانی سے اس پر کیسے قابو پا گئے۔ خود اسے اتنا موقع نہیں مل سکا تھا کہ اس ہٹ کا تفصیلی جائزہ لے سکتا۔ بہر حال وہ اب ان نامعلوم آدمیوں کے قبضے میں تھا۔

ساحلی تفریح گاہ پیچھے رہ گئی تھی۔۔۔۔۔۔ دونوں گاڑیاں ویرانے کی طرف نکل آئی تھیں۔ ایمبولینس گاڑی کی رفتار اب کسی قدر تیز ہو گئی تھی۔

عمران اس وقت سائیکومینشن کی ایک گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا جو عام گاڑیوں سے مختلف تھی۔

ڈیش بورڈ کے ایک بٹن پر انگلی رکھتے ہی اس کے قریب ہی ایک چھوٹا سا اسکرین روشن ہو گیا جس پر ایمبولینس گاڑی کا پچھلا حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ پھر اس نے ایک سرخ رنگ کے بٹن کو گردش دینی شروع کی تھی اور اسکرین پر نظر آنے والی گاڑی کے ایک پہیے کا کلوز اپ واضح ہونے لگا تھا۔ آہستہ آہستہ پورے اسکرین پر صرف پہیے کا کلوز اپ ہی باقی رہ گیا۔

عمران نے پھر ایک بٹن دبایا تھا۔۔۔ اور اگلی گاڑی کا وہ پچھلا پہیہ زوردار آواز کے ساتھ فلیٹ ہو گیا تھا۔ جس کی تصویر اسکرین پر نظر آ رہی تھی۔

ایمبولینس گاڑی یکلخت بائیں جانب گھومی۔۔۔ اور سڑک سے اتر کر ریت میں دھنستی چلی گئی۔

عمران اپنی گاڑی آگے لیتا چلا گیا تھا۔ رفتار پہلے سے کہیں زیادہ تیز تھی۔ کچھ دور جا کر پلٹا۔۔۔ اس بار اس کے بائیں ہاتھ میں لانگ رینج کا سائیلنسر لگا پستول بھی تھا جو اس گاڑی کے ڈیش بورڈ کے ایک خانے میں برآمد ہوا تھا۔

پستول گود میں رکھ کر اس نے گاڑی کی رفتار کم کی تھی اور ایمبولینس گاڑی سے قدر فاصلے پر جا رکا تھا۔

"کیا میں کوئی مدد کر سکتا ہوں۔۔۔۔؟" اس نے اونچی آواز میں ان لوگوں سے پوچھا جو ایمبولینس گاڑی کے نیچے جیک لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک دیسی تھا اور دو سفید فام۔ ایک سفید فام نے سیدھے کھڑے ہو کر عمران کی گاڑی کی طرف دیکھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا قریب آ کھڑا ہوا۔ عمران

کا سائیلنسر لگا ہوا پستول اس کے دل کا نشانہ لے رہا تھا۔

"سب ٹھیک ہے۔۔۔۔" عمران آہستہ سے بولا۔

"کک۔۔۔۔کیا مطلب۔۔۔۔تم کون ہو۔۔۔"؟ غیر ملکی ہکلایا۔

بیمار کو ایمبولینس سے میری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر منتقل کر دو۔۔۔"

وہ تھوک نگل کر رہ گیا۔

"مڑو۔۔۔۔۔اور دو قدم آگے بڑھ کر کھڑے ہو جاو۔۔۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔ "تم دیکھ ہی چکے ہو کہ نال میں سائیلنسر لگا ہوا ہے"۔

اس نے چپ چاپ تعمیل کی تھی۔

عمران نے گاڑی سے اترتے اترتے ایمبولینس کے دوسرے پہیئے پر بھی فائر کیا تھا اور وہ دھماکے سے پھٹ گیا تھا۔

وہ دونوں اچھل پڑے جو جیک لگانے میں منہمک تھے اور پھر انہوں نے اس طرف توجہ دی تھی کہ ان کے تیسرے ساتھی پر کیا گزر رہی ہے۔

"شریف آدمیو۔۔۔" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ "تمہارا ساتھی بے آواز پستول کی زد پر ہے۔ براہ کرم بیمار کو گاڑی سے نکالو۔۔۔۔اور میری گاڑی کی پچھلی نشست پر ڈال دو۔۔۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھائے کھڑے رہے۔

"جلدی کرو۔۔۔۔ورنہ یہ کام خود مجھے ہی انجام دینا پڑے گا اور تم تینوں مجھے روکنے کے لیے زندہ نہیں رہو گے"۔

تم کون ہو۔۔۔۔"؟ قریب کھڑے ہوئے آدمی نے پھر پوچھا۔ اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"خدائی فوجدار۔۔۔۔ڈھمپ نام ہے۔۔۔" عمران بولا۔ "اپنے آدمیوں سے کہو وہی کریں جو میں کہہ رہا ہوں۔ ورنہ قتل کر دینا میرا دلچسپ ترین مشغلہ ہے"۔

اس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ وہی کرو جو کہا جا رہا ہے۔

گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر انہوں نے اسٹریچر نکالا تھا اور اسے اٹھاتے ہوئے عمران کی گاڑی تک آئے تھے۔

"اسٹریچر سے اٹھا کر پچھلی سیٹ پر ڈال دو۔۔۔" عمران نے کہا۔

وہ پوری طرح ہوشیار تھا۔۔۔۔اور شاید اسے ان تینوں نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ اس لیے چپ چاپ تعمیل کرتے رہے تھے۔

"اب تم دونوں اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے مڑ کر کھڑے ہو جاو۔۔۔۔" عمران نے پچھلی سیٹ کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"تم جو کوئی بھی ہو تمہیں پچھتانا پڑے گا"۔ ان میں سے ایک غرایا۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے تعمیل بھی کی تھی۔

"اور میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں کہ اگر چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر ڈاکٹر کی بہن اپنے گھر نہ پہنچی تو تم میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔ اب سیدھے دوڑتے چلے جاو۔۔۔۔چلو جلدی کرو۔۔۔۔۔۔مڑ کر دیکھا اور میں نے فائر کیا۔۔۔۔"

"اس سے کیا فائدہ۔۔۔۔"؟۔ ان میں سے ایک بولا۔ "ہماری گاڑی بے کار ہو چکی ہے۔ ہم تمہارا تعاقب تو کر سکتے نہیں"۔

"چلو۔۔۔۔۔۔۔" عمران نے پیر پٹخ کر کہا اور انہوں نے دوڑ لگا دی۔

"چلتے جاو۔۔۔۔دوڑتے جاو۔۔۔۔قدم نہ رکنے پائیں۔۔۔۔" کہہ کر وہ گاڑی میں بیٹھا تھا اور انجن اسٹارٹ کر کے ایکسیلیٹر پر دباو ڈالا تھا اور خودکار گاڑی جھپٹ کر آگے بڑھ گئی تھی۔

ڈاکٹر شاہد پچھلی سیٹ پر بے ہوش پڑا تھا۔ تفریح گاہ کے قریب پہنچتے ہی عمران نے پھر ڈیش بورڈ کا بٹن دبایا اور گاڑی کی نمبر پلیٹس بدل گئیں۔

------------------*--------*

ہوش آتے ہی ڈاکٹر شاہد اچھل پڑا اور حیران حیران آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتا ہوا بستر سے بھی اتر آیا تھا۔ پھر دروازے کی طرف جھپٹا اور اس کے ہینڈل پر زور آزمائی کرنے لگا۔ لیکن دروازہ مقفل تھا۔ تھک ہار کر دوبارہ بستر پر آ بیٹھا۔ اس کی آنکھوں میں شدید ترین الجھن کے آثار تھے۔ دفعتاً اٹھا اور دروازہ پیٹ پیٹ کر چیخنے لگا۔ "ارے۔۔۔۔میں کہاں ہوں۔۔۔۔کوئی یہاں ہے؟۔ دروازہ کھولو۔۔۔۔"

پیچھے ہٹ جاو ۔۔۔ "باہر سے غرائی ہوئی سی آواز آئی۔

اس نے خاموشی سے تعمیل کی تھی۔ قفل میں کنجی گھومنے کی آواز آئی تھی اور دروازہ کھلا تھا۔ سامنے ایک بدہیئت آدمی کھڑا دکھائی دیا اور شاہد مزید دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

آنے والے نے دروازہ بند کر کے دوبارہ اندر سے مقفل کر دیا شاہد اسے خوف زدہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

بدہیئت آدمی اسے گھورتا رہا۔

"م ۔۔۔ میں کون ہوں ۔۔۔۔"؟ شاہد ہکلایا۔

"کیا مطلب ۔۔۔ "بدہیئت آدمی غرایا۔

"ہاں ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ بتاو ۔۔۔ میں کون ہوں ۔۔۔"؟

"ملکہ وکٹوریہ کے علاوہ اور کوئی بھی ہو سکتے ہو"۔

"خدا کے لیے میرا مضحکہ نہ اڑاو۔ مجھے بتاو کہ میں کون ہوں میرا نام کیا ہے۔ پتا نہیں کب سے پوچھتا پھر رہا ہوں۔ کوئی نہیں بتاتا"۔

"نہیں چلے گی ۔۔۔۔ "اجنبی سر ہلا کر بولا۔

"کیا نہیں چلے گی ۔۔۔"؟

"یہی جو تم چلانا چاہتے ہو ۔۔۔ تمہاری یاداشت پر کوئی اثر نہیں پڑا ۔۔۔"

"یاداشت ۔۔۔"؟ شاہد اس طرح بولا جیسے خواب میں بول رہا ہو۔

"بیٹھ جاو ۔۔۔ "اجنبی بستر کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "میں ابھی تمہاری یاداشت واپس لاوں گا"۔

"میں تمہارا شکر گزار رہوں گا اگر ایسا کر سکو ۔۔۔"

"تمہیں استعفیٰ واپس لینا پڑے گا"۔ اجنبی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"کیسا استعفیٰ؟ یقین کرو میں کچھ نہیں جانتا ۔۔۔"

"کیا تم ڈاکٹر شاہد نہیں ہو ۔۔۔"؟

"میرے لیے یہ نام بالکل نیا ہے“

شاہد کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔

"تو پھر ڈاکٹر مہ لقا تمہاری بہن بھی نہیں ہوگی"؟۔

"میں کیا جانوں کہ وہ کون ہے۔۔۔۔۔"

"جو کوئی بھی ہے بڑی اذیت میں مبتلا ہے"۔

شاہد کی آنکھوں میں پل بھر کے لیے خوف کی جھلکیاں نظر آئی تھیں اور پھر غائب ہوگئی تھیں۔

پھر اس نے تھوک نگل کر کہا تھا۔ "تم جو کوئی بھی ہو خدا کے لیے مجھے بتادو کہ میں کون ہوں۔۔۔"؟

"مسٹر رحمان کے ہونے والے داماد۔۔۔"

"اور تم کون ہو۔۔۔"؟

"ڈھمپ۔۔۔۔۔آدھے تیتر والا۔۔"

"آدھا تیتر۔۔۔" شاہد بے ساختہ اچھل پڑا۔

"اور تمہیں وہی کرنا پڑے گا جو تم سے کہا جا رہا ہے"۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو۔۔۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔۔۔۔یقین کرو۔۔۔"

"کیا تم اسے پسند کروگے کہ مہ لقا کو تمہارے سامنے ہی کوئی نقصان پہنچا دیا جائے"۔

"خداوندا۔۔۔۔میں کیا کروں۔۔۔"

"وہی جو کہا جا رہا ہے۔۔۔"

"کیا کہا جا رہا ہے۔۔۔۔"؟

"تم اچھی طرح جانتے ہو۔۔۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔۔۔یقین کرو۔۔"

"وہ سامنے فون رکھا ہوا ہے۔۔۔۔۔محکمہ صحت کے سیکریٹری کو بتادو کہ تم اپنا استعفیٰ واپس لینا چاہتے ہو"۔

"میں اسے نہیں جانتا۔۔۔ارے میں یہی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں"۔

"ایک شخص نے تمہیں رہائی دلانے کی کوشش کی تھی ہم نے اسے بھی پکڑ لیا ہے۔۔"

"مجھے رہائی دلانے کی کوشش کی تھی۔ تو کیا میں نے کسی جیل سے فرار ہونے کی کوشش کی تھی"؟۔

"میں ابھی اسے بھجواتا ہوں۔۔۔شاید تمہاری یاداشت واپس آ جائے اسے دیکھ کر"۔ اجنبی نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ شاہد بھی اٹھا تھا۔

"تم وہیں بیٹھے رہو۔۔۔ورنہ گولی ماردوں گا"۔ اجنبی مڑ کر بولا۔

پھر وہ چلا گیا تھا۔۔۔شاہد دم بخود بیٹھا بند دروازے کو عجیب نظروں سے دیکھے جارہا تھا اور اس کی آنکھوں میں بے بسی کے آثار تھے۔

تھوڑی دیر بعد عمران بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔ شاہد اٹھ گیا۔

"مجھے افسوس ہے ڈاکٹر۔۔۔" اس نے کہا۔

"کک۔۔۔کیا تم مجھے جانتے ہو۔۔۔"؟۔

"کیا بات ہوئی۔۔۔"؟ عمران نے حیرت سے کہا۔

"اگر جانتے ہو تو بتا دو کہ میں کون ہوں۔۔۔"؟

"ارے تم ڈاکٹر شاہد ہو۔۔۔میری بہن ثریا سے تمہاری شادی ہونے والی ہے"۔

"کاش۔۔۔میں نے یہ نام پہلے بھی کبھی سنا ہوتا"۔

"بہت اچھے۔۔۔" دفعتاً عمران ہنس پڑا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔۔۔" شاہد اپنی پیشانی مسلتا ہوا بولا۔

"یار بڑی اچھی اداکاری کر رہے ہو۔۔۔۔۔" عمران آگے بڑھ کر آہستہ سے بولا۔ "ٹھیک ہے۔۔۔اسی طرح تم بچ سکتے ہو"

"پتا نہیں تم لوگ کیا کہہ رہے ہو۔۔۔"؟

"میں بھی تمہاری طرح قیدی ہوں۔۔"

"کس کے قیدی۔۔؟ کیوں قیدی ہو۔۔"؟

"میں نے تمہیں ان لوگوں سے چھین لینا چاہا تھا۔ لیکن خود بھی پکڑا گیا"۔

"کن لوگوں سے چھین لینا چاہا تھا؟۔ مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں آرہا۔۔۔"

"تم کوہ کاف کے شہزادے ہو۔۔۔نیلم پری کے اکلوتے بیٹے"۔ عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"کچھ بھی تو یاد نہیں آتا"۔

"چتکبرے دیو کی خالہ سے تمہارا جھگڑا ہو گیا تھا۔۔۔"

"پھر کیا ہوا تھا۔۔۔؟ جلدی سے میری الجھن رفع کر دو۔۔۔۔"؟

"چتکبرے دیو نے ایک جھاپڑ رسید کر دیا تھا اور تم اپنی یادداشت کھو بیٹھے تھے"۔

ڈاکٹر شاہد کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے پوچھا۔ "کچھ یاد آیا۔۔"؟

شاہد نے مایوسانہ انداز میں سر کو منفی جنبش دی۔

"نہیں یاد آئے گا تاوقتیکہ تمہیں گل بکاولی نہ سنگھایا جائے۔۔۔"

"کچھ کرو۔۔۔۔۔۔۔خدا کے لیے کچھ کرو۔۔۔۔"

"ایسے حالات میں صبر کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا ڈاکٹر شاہد۔۔۔"

"وہ بھی یہی کہہ رہا تھا کہ میں ڈاکٹر شاہد ہوں۔۔"

"بکواس کر رہا تھا۔۔۔۔تم تو مڈوائف زرینہ بیگم ہو۔۔"

"میرا مذاق نہ اڑاؤ۔۔۔۔۔" ڈاکٹر شاہد حلق کے بل چیخا۔

عمران خاموش ہو گیا۔ سوچ رہا تھا کہ اس بار اس سے سچ مچ حماقت ہی سرزد ہوئی ہے۔ ڈھمپ کے روپ میں اس کے سامنے نہیں آنا چاہئے تھا۔ ویسے مقصد یہی تھا کہ شاید وہ عمران کی حیثیت میں اس سے کچھ نہ کچھ معلوم کر سکے۔ اگر اصلیت ظاہر کرنی ہوتی تو وہ رحمان صاحب ہی سے رجوع کرتا اور بات اس حد تک نہ بڑھتی۔ اس سے قبل بھی وہ اسی تکنیک کے ذریعے کورنیلیا سے سچی بات اگلوا چکا تھا۔ شاہد کے معاملے میں بھی یہی تکنیک بروئے کار لایا تھا۔ لیکن یہاں اسے مایوسی ہوئی۔ البتہ آدھے تیتر کے حوالے پر اس کا ردعمل امید افزا تھا۔ وہ شاہد کو غور سے دیکھتا ہوا ایک طرف بڑھ گیا۔

----------*-----*

کورنیلیا کو عمران کی تلاش تھی۔ قطعی اپنے طور پر۔ کسی نے اس سے ایسا کرنے کو نہیں کہا تھا۔ وہ تھانے سے اس کا پتا حاصل کر کے فلیٹ تک جا پہنچی۔ یہاں جوزف سے مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگی کیونکہ وہ اس وقت فوجی وردی میں تھا اور دونوں جانب کے ہولسٹروں میں ریوالور کے دستے

صاف نظر آ رہے تھے۔

"مم۔۔۔میں۔۔۔۔مسٹر عمران کو تلاش کر رہی ہوں۔۔۔ "وہ ہکلائی۔

"کیوں۔۔۔"؟ جوزف سرخ سرخ آنکھیں نکال کر بولا۔

"وہ میرے ہمدرد ہیں۔۔۔۔دوست ہیں۔۔۔"

"ہم نہیں جانتے وہ کہاں ہوں گے"۔

"تم کون ہو۔۔۔"؟

"میں ان کا باڈی گارڈ ہوں۔۔۔"

"تب تو تمہیں ان کے ساتھ ہونا چاہئے تھا"۔

نہ جانے کیوں جوزف خلاف معمول مسکرا دیا تھا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا"؟۔

"شوق ہے باڈی گارڈ رکھنے کا۔ ورنہ وہ اتنے معصوم اور بے ضرر آدمی ہیں کہ انہیں باڈی گارڈ رکھنے کی ضرورت ہی نہیں"۔

"اس پر تو مجھے بھی حیرت ہوئی تھی"

"کس بات پر مسی۔۔۔"؟ جوزف اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"اسی پر کہ اس سادہ لوح آدمی نے اتنا خوف ناک باڈی گارڈ کیوں رکھ چھوڑا ہے"۔

"اس پر تو خود مجھے بھی حیرت ہے مسی۔۔۔آج تک ان دونوں ریوالوروں سے ایک گولی بھی نہیں چلی اور میرا مزاج بھی کسی قدر شاعرانہ ہو گیا ہے"۔

"کیا تم کبھی ہیوی ویٹ چیمپئن بھی رہے ہو۔۔۔۔"؟

"میرے جاننے والوں کا یہی خیال ہے۔ دراصل باس کو بھی باکسنگ سے شوق ہے"۔

"اچھا۔۔۔اچھا۔۔۔میں سمجھ گئی۔۔۔کیا اب بھی لڑتے ہو۔۔۔"؟

"صرف باس سے۔۔۔"

"وہ۔۔۔یعنی۔۔۔کہ وہ۔۔۔"

"ہاں جب بھی میرے ستارے گردش میں آتے ہیں مجھے دستانے پہننے ہی پڑتے ہیں"۔

”تمہارے ستارے گردش میں آتے ہیں۔۔۔"؟ کورنیلیا نے حیرت سے کہا۔

"ہاں مسی۔۔۔۔ایک فائٹ کے بعد تین دن تک اپنے چہرے کی سینکائی کرتا رہتا ہوں"۔

"عمران کے مقابلے پر۔۔۔۔"

”ہاں مسی۔۔۔۔لیکن آج تک میرا ایک مکہ بھی ان کے چہرے پر نہیں پڑ سکا۔۔“

"تم لحاظ کر جاتے ہو گے۔۔۔"؟

"نہیں مسی۔۔۔۔ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ خدا شاہد ہے جو آخرت میں مجھ پر پوری طرح حاوی ہو گا"۔

"یقین نہیں آتا۔۔۔"

جوزف کچھ نہ بولا۔ وہ خاموش بیٹھی رہی۔ سلیمان اس وقت فلیٹ میں موجود نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد جوزف بولا۔ "تم اپنا کارڈ چھوڑ جاؤ مسی۔۔۔وہ جب آئیں گے انہیں بتا دوں گا"۔

"میں انتظار کیوں نہ کرلوں۔۔۔"؟

"اگلے ہفتے تک۔۔۔"

"کیا مطلب۔۔۔"؟

"تین دن سے تو میں نے ان کی شکل نہیں دیکھی۔۔۔"

"آہا۔۔تو کیا کہیں اور بھی ٹھکانا ہے۔۔۔۔"؟

"اس فلیٹ سے آگے کی بات میں نہیں جانتا۔۔۔"

"اچھی بات ہے۔۔تو تم میرا کارڈ رکھ لو۔۔"

وہ اپنا کارڈ دے کر چلی گئی تھی۔

جوزف نے اس کے جاتے ہی عمران کے بتائے ہوئے نمبر فون پر ڈائیل کئے تھے۔

"کیا خبر ہے۔۔۔"؟ دوسری طرف عمران کی آواز آئی۔

"ایک غیر ملکی لڑکی تمہاری تلاش میں ہے باس۔۔۔۔کورنیلیا نام بتایا ہے"۔

"کیا فلیٹ میں آئی تھی۔۔۔"؟

"ہاں۔۔۔باس۔۔۔۔اپنا کارڈ دے گئی ہے"۔

"آس پاس کی پوزیشن بتاؤ۔۔۔۔۔۔"؟

" نگرانی کر رہے ہیں وہ لوگ۔۔۔۔۔ ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔ دیسی آدمی ہیں کسی غیر ملکی کو میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ سلیمان نہیں مانتا وہ پھر چلا گیا ہے۔ ناشتے کے بعد ابھی تک غائب ہے"۔

"یہ اس نے اچھا نہیں کیا۔۔۔۔ وہ لوگ میری تلاش میں ہیں۔۔۔ اور بری طرح پاگل ہو رہے ہیں"۔

" کہہ رہا تھا میری محبت خطرے میں ہے"۔

" میں سمجھ گیا۔۔۔ خیر دیکھا جائے گا"۔ عمران کی آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جوزف ریسیور رکھ کر بالکنی پر آ نکلا۔۔۔ اور کنکھیوں سے اس مقام کا جائزہ لینے لگا جہاں اس کی دانست میں نگرانی کرنے والے موجود تھے۔ پھر وہ شاید چھٹی حس ہی تھی جس کی بنا پر وہ یکلخت پیچھے ہٹا تھا اور اس کی بائیں جانب والی دیوار کا پلاسٹر ادھڑ گیا تھا۔ بے آواز فائر اسی جانب سے ہوا تھا جدھر کنکھیوں سے دیکھتا جا رہا تھا۔

وہ چپ چاپ کمرے میں چلا آیا۔ لیکن اس کی آنکھیں خوف ناک لگنے لگی تھیں۔ چند لمحے کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر فون کی طرف بڑھا۔ عمران کے نمبر پھر ڈائیل کئے۔۔۔۔ اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر غرایا۔ "پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے باس۔۔۔۔۔ اب مجھے فلیٹ سے نکلنے کی اجازت دو"۔

" کیا ہوا۔۔۔"؟

"میں بالکنی میں کھڑا ہوا تھا کہ مجھ پر بے آواز فائر ہوا۔ اسی جانب سے جہاں وہ لوگ موجود ہیں"۔

"تم زخمی تو نہیں ہوئے۔۔۔"؟

"بال بال بچ گیا۔۔۔"

"سلیمان واپس آیا یا نہیں۔۔۔"؟

" نہیں باس۔۔۔"

"تم بالکنی میں بھی نہیں جاؤ گے۔۔۔"

"یہ ظلم ہے باس۔۔۔"

" بکواس مت کرو۔۔۔۔۔ ساتویں بوتل کی اجازت دے سکتا ہوں لیکن باہر نکلنے کی نہیں"۔

" ساتویں بوتل ۔۔۔ " جوزف خوش ہو کر بولا۔ " کیا ہمیشہ کے لیے باس ۔۔۔"؟

" نہیں جب تک تم پر پابندی ہے"۔

" تمہاری مرضی باس ۔۔۔۔ " جوزف مردہ سی آواز میں بولا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسیور رکھ دیا۔

سلیمان کے سلسلے میں اس کی تشویش بڑھ گئی تھی۔ اس بے آواز فائر کا مطلب یہی تھا کہ وہ ان میں سے کسی کو گھر سے باہر نکالنا چاہتے تھے۔ عمران نہ سہی کوئی اور سہی جس پر قابو پا کر وہ معلومات حاصل کر سکیں لیکن یہ ان کی خام خیالی تھی۔ کیا جوزف کو علم تھا کہ عمران کہاں ہے محض فون نمبر تھے اس کے پاس ۔۔۔ اور اسے یقین تھا کہ ٹیلی فون ڈائریکٹری میں وہ نمبر نہیں مل سکیں گے"۔

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی اور وہ چونک پڑا پھر خیال آیا کہ دستک دینے والا سلیمان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ دروازہ وہی پیٹتا ہے ۔۔۔۔ دوسرے تو کال بیل کا بٹن دبایا کرتے ہیں۔ اس نے جھپٹ کر دروازہ کھول دیا۔ سلیمان ہی تھا ۔۔۔۔ اور بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔ دانت نکلے پڑے تھے۔

" کدھر تھا سالا ۔۔۔۔"؟ جوزف غرایا۔ " باس فون پر بھی بولا، مت نکلو باہر ۔۔۔"

" ابے اس وقت تو دس ہزار گالیں دے تب بھی برداشت کر لوں گا"۔

" اچھا ۔۔۔ کیا باٹ ہو گیا ۔۔۔"؟

" الٹا لٹکا ہوا تھا سالا اور مار پڑ رہی تھی"۔

" کس کا باٹ کرتا ۔۔۔۔"؟

" قادر ۔۔۔ کوٹھی پر ملازم ہے ۔۔۔۔ کچھ گھپلا کیا تھا سالے نے اور اب قبول کر رہا ہے"۔

" کیا کیا تھا ۔۔۔۔۔"؟

"بڑے صاحب کے ساتھ کوئی چار سو بیسی کی تھی ۔۔۔۔"

"بڑے صاحب کے ساتھ ۔۔۔ " جوزف کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں ۔۔۔۔ اب تو سالا بند ہو جائے گا یا نکالا جائے گا"۔

" ٹم سالا کاہے کو خوش ہوتا ۔۔۔۔۔"؟

"وہ مجھے چاہتی تھی ـــــ یہ بیچ میں آ کودا ـــــ ہے تھوڑا نقشے باز ـــــ میں ٹھہرا سیدھا سادہ آدمی ـــــ"

"ٹو وہ ٹمہارا رائیول ہے ـــ"؟

"رائیول کیا ـــــ"؟

"وہ ہوتا ـــــ ڈوسرا آڈمی ـــ ٹمہارا لونڈیا کا لور ـــــ"

"ہاں ـــ ہاں ـــ یہی بات تھی"۔

"لونڈیا کیا بولتا ـــــ"؟

"اس سے ملاقات ہی نہ ہوسکی ـــــ"

"ٹم سالا آول ہے ـــ"

"کیوں ـــ کیوں ـــــــ"؟

"بس ہے ـــــ ٹمہارا شاڈی نہیں بنے گا"۔

"ابے کیوں بکواس کرتا ہے"

"لونڈیا بھی ٹم کو الو سمجھا ـــــ"

"دیکھ بے ـــ زبان سنبھال کر ـــــ"

"اب ٹم باہر نہیں جائے گا ـــ"

"کیوں نہیں جائے گا ـــ کوئی دھونس ہے تیرے ـــ"؟

"باس بولا فون پر ـــ جائے گا ٹو مرے گا ـــ"

پھر اس نے بالکونی کے قریب لے جا کر دیوار کا ادھڑا ہوا پلاسٹر دکھایا تھا اور وہ گولی دکھائی تھی جو وہیں فرش پر پڑی ہوئی تھی۔

اچانک اسی وقت انہوں نے شور سنا۔ نیچے سڑک پر بھگدڑ ہو گئی تھی۔ جدھر جس کے سینگ سما رہے تھے نکلا جا رہا تھا۔ پھر انہوں نے فائروں کی آوازیں بھی سنیں۔ جوزف نے پیچھے ہٹ کر دروازہ بند کر لیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے ـــ"؟ سلیمان اسے گھورتا ہوا بولا۔

"جس نے مجھ پر گولی چلایا تھا ـــــ اب اس پر چلا ـــ"

"تو نے ٹھیک کہا تھا۔۔۔ میری شادی نہیں ہو سکے گی"۔ سلیمان ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"نہ بہادر لوگ کا شادی بنتا اور نہ ان کا نوکر لوگ کا۔۔۔"

"ابے جا۔۔۔ بڑا بہادر لوگ ہے۔ خواہ مخواہ دوسروں کے پھٹے میں ٹانگ اڑاتے پھرتے ہیں"۔

"ہم نہیں سمجھا۔۔۔۔ پھٹے میں ٹانگ اڑاتا پھرتا کیا مطلب ہوتا۔۔۔؟"

"مطلب نہیں مطلب۔۔۔" سلیمان نے چڑانے کے سے انداز میں کہا۔

"وہی۔۔۔۔ وہی۔۔۔۔"

"وہی۔۔۔۔۔ وہی کے بچے باہر گولیاں چل رہی ہیں"۔

"ہم کیا کرے۔۔۔۔۔ چلتا ہے تو چلے۔۔۔۔" جوزف نے کہا اور کمرے کی طرف چل پڑا۔ شاید اس کی پیاس جاگ اٹھی تھی اور وہ چھٹی بوتل کی بچی کچی کے ساتھ ہی ساتویں کے خیال میں مگن تھا۔

* * *

آپریشن روم سے عمران کی کال اس کے کمرے میں ڈائریکٹ کر دی گئی۔۔۔ وہ اب بھی سائیکو مینشن ہی میں مقیم تھا۔

دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"ابھی بھی ایک ایمبولینس گاڑی ہارلم ہاوز کی کمپاونڈ میں داخل ہوئی ہے میں نے سوچا شاید اس کی کوئی اہمیت ہو آپ کی نظروں میں۔۔۔"

"ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی۔۔" عمران بولا۔۔" کیا اس کا نمبر ٹی زیڈ جو بیس سو گیارہ ہے؟"

"نہیں ٹی زیڈ گیارہ سو بائیس ہے۔۔۔"

"کسی خاص طبی ادارے کا نام ہے اس پر۔۔۔"

"نہیں صرف ریڈ کراس بنا ہوا ہے اس پر۔۔"

"تم میں سے کوئی اس کا تعاقب نہ کرے۔۔۔ صرف اس کی روانگی کی سمت کے بارے میں اطلاع دینا کافی ہوگا۔۔ اگر وہ کمپاونڈ سے باہر آئے۔۔"

"بہت بہتر۔۔۔"

" کیا نمبر بتایا تھا۔۔۔؟ "

"ٹی زیڈ۔۔۔گیارہ سو بائیس۔۔۔"

" میں منتظر رہوں گا۔۔۔"

" بہت بہتر۔۔۔"

" وِتھ آل۔۔۔ "عمران نے کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔

ریسیور رکھا ہی تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔ اس بار جوزف کی آواز آئی تھی۔

" سب سے پہلے ساتویں بوتل کا شکریہ باس۔۔۔ اس کے بعد یہ خبر ہے کہ فلیٹ کے باہر فائرنگ ہوئی تھی۔ پڑوسیوں نے بتایا کہ دو زخمی آدمی ایک کار میں بیٹھ کر فرار ہو گئے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ ان پر کس نے فائر کیے تھے۔"

" ساتویں بوتل نے۔۔۔؟ "عمران سر ہلا کر بولا۔

"یقین کرو باس ساتویں بوتل کے صرف دو گھونٹوں نے مجھے اس حد تک پرسکون کر دیا تھا کہ میں نے بالکونی سے جھانکنا بھی گوارا نہیں کیا۔ اور تیسری خبر یہ ہے کہ سلیمان کی محبت جیت گئی۔ وہ کوٹھی پر گیا تھا وہاں اس نے اپنے رقیب کو الٹا لٹکا دیکھا تھا۔"

"تو اس نے بھی عبرت پکڑ لی ہوگی۔"

" نہیں باس۔۔۔ وہ بہت خوش ہے اور چوتھی خبر یہ ہے کہ جب آس پاس گولیاں چل رہی ہوں تو مجھے اپنی پردہ نشینی کھلنے لگتی ہے۔"

"پردہ نشینی بہتر ہے کفن پوشی سے۔۔۔ "عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر تیس سیکنڈ بعد ہی صفدر کی کال دوبارہ آئی تھی۔

" ایمبولینس گاڑی پورچ میں کھڑی ہے اور ایک اسٹریچر اندر سے لایا گیا ہے۔ کوئی اس پر لیٹا ہوا ہے۔ سر سے پیر تک کمبل سے ڈھکا ہوا ہے۔

" تعاقب ہرگز نہ کرنا۔۔۔ "عمران بولا۔ "جانے دو۔۔۔ "

"ہوسکتا ہے وہ لیڈی ڈاکٹر ہی ہو۔۔۔"

" اس کے باوجود بھی وہ کرو جو میں کہوں۔۔۔ یہ چال بھی ہوسکتا ہے۔ شاید وہ اندازہ کرنا چاہتے ہیں کہ

ہارلم ہاوز زیر نگرانی ہے یا نہیں۔ اس کی وجوہات ہیں۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔۔۔"

"لیکن روانگی کی سمت سے مطلع کرنا۔۔۔"

"بہت بہتر۔۔۔ "اوہ۔۔۔ ذرا ٹھہریئے۔۔۔ ہولڈ آن کیجیئے۔"

آواز آنی بند ہوگئی۔۔۔ عمران ریسیور کان سے لگائے رہا۔

صفدر کی آواز پھر آئی۔ "ہیلو۔۔۔۔"

"سن رہا ہوں۔۔۔۔"

"چوہان اطلاع دے رہا ہے کہ ایمبولینس گاڑی کمپاؤنڈ سے نکل کر گیارہویں شاہراہ پر مغرب کی جانب مڑ گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ تنویر تم لوگوں کی جگہ لینے کے لیے آدھے گھنٹے بعد پہنچ جائے گا۔ اب ایک ہی آدمی کافی ہوگا۔ تم تینوں آرام کر سکتے ہو۔ ڈیٹس آل۔۔۔"

ریسیور رکھ کر وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "گیارہویں سڑک۔۔۔ مغرب کی جانب۔۔۔ خوب تو پھر شاید ادھر ہی جائیں گے۔"

*_____*_____*_____*

ایمبولینس گاڑی کی اگلی سیٹ پر دو افراد تھے اور دونوں ہی سفید فام غیر ملکی تھے۔ انہیں میں سے ایک اسٹیرنگ کر رہا تھا۔

گاڑی کے پیچھے دور تک سڑک سنسان اور تاریک پڑی تھی۔ اسٹیرنگ کرنے والے نے عقب نما آئینے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "کوئی بھی نہیں ہے، شہر سے یہاں تک کوئی ایسی گاڑی نظر نہیں آئی جس پر تعاقب کا شبہہ کیا جا سکتا۔"

"چیف بچوں کی سی حرکتیں کر رہا ہے۔۔" دوسرا بولا۔

"اندر اسٹریچر پر کون ہے۔۔۔؟"

"میں نہیں جانتا۔۔۔ ضروری نہیں کہ کوئی آدمی ہو۔ ڈمی بھی ہو سکتا ہے۔"

"آخر یہ کون شخص ہے جو اس طرح ہمارے مقابل آیا ہے۔ پولیس تو کچھ بھی نہیں کر رہی۔"

"میں نہیں جانتا۔۔۔"

"کیا نام ہے۔۔۔؟"

"عمران۔۔۔۔؟"

"لیکن ہرمن نے ڈھمپ نام بتایا تھا۔"

"اس شخص کا نام بتایا تھا جو قیدی کو چھین لے گیا تھا۔ چیف کا خیال ہے کہ وہ عمران ہی کا کوئی آدمی ہو سکتا ہے۔"

"عمران کی کیا حیثیت ہے۔۔۔؟"

"یہاں کے محکمہ سراغ رسانی کے ڈائریکٹر جنرل کا لڑکا ہے۔"

"اور اسی کے محکمے سے تعلق رکھتا ہے۔"

"نہیں۔۔۔، محکمے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ایک آوارہ گرد آدمی ہے۔"

"اوہ۔۔۔ اب ایک گاڑی دکھائی دی ہے۔"

"وہ ہماری ہی کوئی گاڑی ہوگی۔ پانچ میل کی مسافت طے کر لینے کے بعد تعاقب کرنے والی کوئی گاڑی نہیں ہو سکتی۔ تعاقب شروع ہوتا تو ہارلم ہاوز کے قریب ہی سے ہو جاتا۔ چیف کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے"۔

"اگر ہماری ہی گاڑی ہے تو اتنی دیر بعد کیوں دکھائی دی"؟۔

"تو پھر کوئی غیر متعلق آدمی ہوگا۔ اس سڑک پر صرف ہم ہی تو نہیں چل رہے"۔

"یہ ساحلی تفریح گاہ کی روشنیاں ہیں شاید۔۔۔۔۔"

"ہاں۔۔۔"

"پچھلی گاڑی راستے کے لیے ہارن دے رہی تھی۔ ایمبولینس گاڑی ایک جانب کر لی گئی اور تیز رفتار گاڑی اس کے برابر سے نکلتی چلی گئی"۔

"ہاورڈ نے یہی تو بتایا تھا کہ پہلے وہ گاڑی آگے نکل گئی تھی"۔

"کیوں مرے جا رہے ہو۔۔۔۔ اپنی گاڑیاں بھی پیچھے ہوں گی"۔

"تو دکھائی کیوں نہیں دیتیں۔۔۔۔۔"؟

"ویران حصے میں داخل ہوتے ہی ہیڈلائیٹس بجھادی گئی ہوں گی"۔

"وہ دیکھو۔۔۔۔ "ڈرائیور چیخ پڑا"۔وہ پلٹ رہی ہے"۔

سامنے سے کسی گاڑی کی ہیڈلائیٹس دکھائی دی تھیں۔

"آنے دو۔۔۔۔ہماری بھی گاڑیاں۔۔۔"

سامنے والی گاڑی کی رفتار میں کمی نہیں ہوئی تھی۔۔۔۔وہ ایمبولینس کے قریب سے گزرتی چلی گئی تھی۔

"اوہ۔۔۔۔ "ڈرائیور نے طویل سانس لی تھی۔

"خواہ مخواہ نروس ہورہے ہو تم۔۔۔۔بس اب ہم وہاں پہنچنے ہی والے ہیں"۔

ایمبولینس کی رفتار کسی قدر تیز ہوگئی۔ ساحلی تفریح گاہ بہت پیچھے رہ گئی تھی اور یہ وہی سڑک تھی جس پر ان کی ایمبولینس کے ٹائر فلیٹ کردیئے گئے تھے اور ڈھمپ نامی کسی آدمی نے ان کے قیدی پر ہاتھ صاف کردیا تھا۔

مزید ایک میل کی مسافت طے کرکے ایمبولینس ان عمارات کے قریب جا پہنچی جہاں ایٹمی بجلی گھر کا عملہ رہتا تھا۔ پھر وہ ایک الگ تھلگ عمارت کے کمپاونڈ میں داخل ہوئی۔

"اب ہمیں کیا کرنا ہے۔۔۔"؟ ڈرائیور نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔

"گاڑی کو پورچ میں لیتے چلو۔۔۔۔اور وہیں کھڑی کردو۔۔۔۔۔"

"اس کے بعد۔۔۔۔"؟

"میں نہیں جانتا۔۔۔۔مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ گاڑی ہی پر بیٹھے رہنا ہے یا نیچے اترنا ہے"۔

"یہ کیا بات ہوئی۔۔۔؟"

"انجن بند کرو اور چپ چاپ بیٹھے رہو۔۔۔"

گاڑی پورچ میں پہنچ کر رکی تھی اور انجن بند کردیا گیا تھا۔ وہ دونوں بیٹھے رہے۔ دفعتاً ایمبولینس کے اندر سے کسی نے عقبی پارٹیشن پر زور زور سے ہاتھ مارنا شروع کردیا تھا۔

"ڈمی نہیں تھی۔۔۔۔چلو اترو نیچے۔۔۔۔دروازہ کھولو۔۔۔"ڈرائیور نے کہا۔

دوسرے آدمی نے نیچے اتر کر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا تھا اور بوکھلا کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔۔

"چیف۔۔۔"

"کچھ نہیں ہوا۔۔۔؟" اس نے گاڑی سے اترتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں چیف۔۔۔کچھ بھی نہیں۔۔۔"

اتنے میں دو گاڑیاں اور بھی کمپاونڈ میں داخل ہوئیں۔۔۔ان پر سے چار سفید فام غیر ملکی اترے اور پورچ کی طرف بڑھتے چلے آئے۔

"کیا خبر ہے۔۔۔؟" خشک لہجے میں "چیف" نے ان سے سوال کیا۔

"قطعی نہیں چیف۔۔۔۔۔تعاقب کیا ہی نہیں گیا۔۔۔"

"لیکن میں نے دو گاڑیوں کی آوازیں سنیں تھیں۔۔۔"

"ایک گاڑی تفریح گاہ سے اس طرف آئی تھی اور دوسری مخالف سمت سے۔۔۔انہیں کی آوازیں آپ نے سنیں تھیں۔۔"

"ہو سکتا ہے تفریح گاہ سے تعاقب شروع کیا گیا ہو۔۔۔" ایمبولینس کے ڈرائیور نے کہا۔

"احمقانہ خیال ہے۔۔۔۔" چیف بولا۔۔۔۔"چلو اندر چلو۔۔۔"

وہ عمارت میں داخل ہوئے تھے۔

"چیف" قوی اعضا والا ایک دراز قد آدمی تھا۔ آنکھیں بڑی جاندار تھیں۔ اپنے ماتحتوں پر چھایا سا ہوا لگتا تھا۔

ایک بڑے کمرے میں پہنچ کر اس نے انہیں بیٹھ جانے کا اشارہ کیا چند لمحے انہیں گھورتا رہا پھر بولا۔۔۔

"تم سب ناکارہ ثابت ہو رہے ہو۔"

وہ سب خاموش رہے۔

چیف تھوڑی دیر بعد غرایا۔۔۔۔"دونوں دیسی آدمی زخمی ہو کر واپس آئے ہیں۔۔۔"

"کون دیسی آدمی۔۔۔" ایک بولا۔

"میں صرف ہاورڈ سے مخاطب ہوں"۔

ہاورڈ نامی آدمی نے اسے خوف زدہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"عمران کی قیام گاہ کے قریب ان پر فائر کیے گئے تھے"؟۔

"مجھے علم ہے چیف۔۔۔" ہاورڈ بولا۔ "ان سے بھی غلطی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک نے نیگرو پر فائر کر دیا تھا۔ جو فلیٹ کی بالکنی میں کھڑا ہوا تھا"۔

"کیوں۔۔۔"؟ چیف اسے گھورتا ہوا غرایا۔

"فائر بے آواز تھا۔۔۔ اور اس توقع پر کیا گیا تھا کہ شاید اس طرح عمران فلیٹ سے نکل آئے"۔

"تم احمق ہو۔۔۔ تم نے غلط آدمیوں کا انتخاب کیا تھا فلیٹ کی نگرانی کے لیے۔ عمران فلیٹ میں موجود نہیں ہے۔ رانا پیلس میں بھی نہیں اور اپنے باپ کے گھر میں بھی نہیں ہے"۔

"ہم انتہائی کوشش کر رہے ہیں باس۔۔۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ آج کوئی سفید فام لڑکی عمران کے فلیٹ میں گئی تھی"؟۔

"کورنیلیا تھی۔۔۔۔۔" چیف خشک لہجے میں بولا۔

"کورنیلیا۔۔۔"؟ ہاورڈ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں وہی تھی۔۔۔ اور اب اسی پر نظر رکھو۔ وہ عمران کی تلاش میں ہے"۔

"مگر چیف ضروری تو نہیں کہ وہ اسے مل ہی جائے"؟۔

"غیر ضروری باتیں نہیں۔۔۔"

"اوکے چیف۔۔۔۔" ہاورڈ نے گہری سانس لی۔

چیف اٹھ گیا۔

طویل راہداری سے گزر کر وہ ایک کمرے کے سامنے رکا تھا قفل کھول کر اندر داخل ہوا اور سامنے بیٹھی ہوئی عورت اسے دیکھ کر اچھل پڑی۔

"ڈرو نہیں۔۔۔" چیف آہستہ سے بولا۔

"ڈروں گی کیوں۔۔۔"؟ عورت نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"جب تک تمہارا بھائی ہمیں نہ مل جائے تمہاری رہائی ناممکن ہے"۔

"آخر تم لوگ میرے بھائی سے کیا چاہتے ہو۔۔۔۔"؟

"وہ مقروض ہے میرا۔۔۔ جیسے ہی میں نے اس سرزمین پر قدم رکھا وہ روپوش ہو گیا۔۔۔"

" کتنی رقم ہے۔۔۔۔" عورت نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم تصور بھی نہیں کرسکتیں۔۔۔۔ میرے ملک میں شہزادوں کی سی زندگی بسر کرتا تھا"۔

"آخر تم نے کس توقع پر اسے کوئی بڑی رقم دے دی تھی"؟۔

" تفصیل میں نہیں جاسکتا۔۔۔۔ یہ بتاو کیا ڈھمپ نامی کسی آدمی سے واقف ہو"؟۔

"یہ نام ہی پہلی بار سن رہی ہوں۔۔۔"

"ہوسکتا ہے کہ تم اسے نام سے نہ جانتی ہو۔۔۔۔ لیکن کبھی اپنے بھائی کے ساتھ دیکھا ہو۔ وہ ایک بدہیئت سا آدمی ہے۔ بہت زیادہ پھولی ہوئی ناک والا، مونچھیں نچلے ہونٹ پر لٹکی ہوئی۔ اتنی گھنی کہ دہانہ چھپ کر رہ گیا ہو"۔

" نہیں میں نے ایسے کسی آدمی کو اپنے بھائی کے ساتھ نہیں دیکھا"۔

چیف تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ "بہرحال تمہارا بھائی اس پوزیشن میں نہیں کہ میرا قرض ادا کر سکے۔ اس لیے استعفی دے کر روپوش ہوگیا ہے"۔

"اوہو۔۔۔۔تو کیا اسی لیے استعفی بھی۔۔۔۔"؟

"ہاں۔۔۔۔اسی لیے۔۔۔"

" کیا تم یہاں کے قانون کی رو سے قرض کی ادائیگی کے مستحق قرار پاسکو گے"؟۔

"میں نہیں سمجھا۔۔۔"؟

" کیا تمہارے پاس ان کی کوئی ایسی تحریر ہے جس کی بنا پر ان کا قرض دار ہونا ثابت ہوسکے"؟۔

" نہیں۔۔۔۔"

"تو پھر۔۔۔انہیں تم سے خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت تھی"؟۔

"وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر اس نے قرض ادا نہ کیا تو اس کے دونوں کان کاٹ دیئے جائیں گے"۔

"یہاں۔۔۔اس ملک میں۔۔۔۔"؟ عورت نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ یہی دیکھ لو کہ تم ہماری قید میں ہو۔ اسی ملک میں۔ تمہارے قانون نے ہمارا کیا بگاڑا ہے۔ تمہارے اغوا کی خبر سے پورے شہر میں سنسنی پھیل گئی ہے۔ اخبارات چیخ رہے

ہیں لیکن تم دیکھ رہی ہو"۔

عورت کچھ نہ بولی۔

چیف تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ "تمہارا بھائی جہاں بھی ہوگا تمہارے اغوا کی خبر اس تک ضرور پہنچی ہوگی اور یہ بھی جانتا ہوگا کہ اس میں کس کا ہاتھ ہے لیکن اسے تمہارا ذرہ برابر بھی خیال نہیں ہے"۔

عورت خاموش رہی۔

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی اور چیف چونک کر مڑا۔ پھر اس نے غصیلے انداز میں اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے ہاورڈ کھڑا نظر آیا۔

"چچ۔۔۔۔۔چیف۔۔۔" وہ ہکلایا۔ "کمپاؤنڈ میں کوئی ہے"۔

"کون ہے۔۔۔۔"؟

"پتا نہیں۔۔۔۔"

"تمہارا دماغ تو چل نہیں گیا۔ اوہ۔۔۔ اپنی شکل دیکھو۔۔۔۔کون ہے کمپاونڈ میں۔ اوہ میں سمجھا۔۔۔۔تم شاید یہ کہنا چاہتے ہو کہ انہی لوگوں میں سے کوئی ہے"؟۔

ہاورڈ نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا۔۔۔۔"؟

"کتے بھونکنے لگے ہیں۔۔۔۔"

"گیٹ بند کر کے انہیں کھول دو۔۔۔۔لیکن پہلے آئینے میں اپنی شکل ضرور دیکھ لینا۔ کہیں تمہیں ہی گولی نہ ماردوں۔۔۔۔تم ڈر رہے ہو۔۔۔۔"؟

"نن۔۔۔۔۔نہیں۔۔۔تو چیف۔۔۔" وہ پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ "میں کتے کھلوائے دیتا ہوں"۔

ٹھیک اسی وقت پوری عمارت تاریک ہوگئی اور چیف اونچی آواز میں بولا۔ "خبردار تم کمرے ہی میں خاموش بیٹھی رہنا۔۔۔۔۔ورنہ گولی ماردی جائے گی"۔

پھر اس نے کھینچ کر دروازہ بند کیا تھا اور ٹٹول کر قفل میں کنجی لگائی تھی۔ اندھیرے میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

"کتے۔۔۔۔۔کتے۔۔۔۔۔" چیف زور سے چیخا۔ "کتے کھول دینے کی کوشش کرو"۔ وہ دیوار ٹٹولتا

ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

بھگدڑ کی آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی۔ ان لوگوں کے آنے سے قبل بھی اس عمارت میں کچھ افراد موجود تھے اور اب ان کی مجموعی تعداد گیارہ تھی۔

چیف بڑھتے بڑھتے صدر دروازے تک آ پہنچا تھا۔

کمپاؤنڈ میں اسے ٹارچ کی روشنی دکھائی دی اور کچھ ایسے لوگ بھی نظر آئے جنہوں نے بلڈ ہاونڈ کی زنجیریں تھام رکھی تھیں۔

"جلدی کرو۔۔۔۔۔وہ دہاڑا۔۔۔۔۔ "انہیں چھوڑ دو۔۔۔۔"

کتے چھوڑ دیئے گئے ہیں اور وہ ایک ہی جانب دوڑتے چلے گئے تھے۔ چیف پورچ میں کھڑا اپنے آدمیوں کو ہدایات دیئے جا رہا تھا۔

لیکن ابھی تک کسی نے بھی دوبارہ روشنی کے انتظام کی فکر نہیں کی تھی۔ پتا نہیں وہ اتنے بدحواس ہو گئے تھے یا مصلحتا روشنی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ صرف دو عدد ٹارچوں کی روشنیاں کمپاؤنڈ کے اندھیرے میں گردش کر رہی تھیں۔

اچانک کتے خاموش ہو گئے اور ایسا لگا جیسے اس سے قبل کسی قسم کی آوازیں نہ رہی ہوں پھر شاید کتوں کے ٹرینر ہی نے مخصوص انداز میں سیٹی بجائی تھی۔ لیکن اس کی آواز سناٹے میں مدغم ہو گئی تھی اور کتوں کی طرف سے کسی ردعمل کا اظہار نہیں ہوا تھا۔

"دیکھو۔۔۔کیا ہوا۔۔۔"؟ چیف دہاڑا۔

"جس طرح کتے مارے گئے ہیں۔۔۔۔۔اسی طرح دیکھنے والے بھی مار دیئے جائیں گے۔۔۔"
کسی کی آواز کسی دور افتادہ حصے سے آئی تھی۔

آواز کی سمت فوراً کسی نے فائر جھونک دیا۔

چیف تیزی سے ہٹ گیا۔ وہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ وہ آواز اسی کے کسی آدمی کی تھی یا کوئی اور تھا جس نے اس کی بات کا جواب دیا تھا دو فائر پھر ہوئے اور وہ صدر دروازے کے قریب دیوار سے لگا کھڑا تھا۔

اتنے میں کوئی دوڑتا ہوا پورچ میں آیا تھا اور سیڑھیوں پر چڑھتا ہوا پھر نیچے لڑھک گیا تھا۔ چیف نے اس کا دھندلا سا ہیولا دیکھا تھا لیکن اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی تھی۔

پے درپے فائر پھر ہوئے۔ اسکے بعد ہی پولیس کی کسی پیٹرول کار کا سائرن سنائی دینے لگا تھا۔

"چلو سب۔۔۔اندر چلو۔۔۔" چیف حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ "روشنی۔۔۔۔مین سوئچ دیکھو"۔

"سب کچھ ٹھیک ہے۔۔۔۔" بائیں جانب سے آواز آئی۔ "ایسا لگتا ہے جیسے پول پر سے گئی ہو"۔

"پاور ہاؤز فون کرو۔۔" چیف نے کہا اور پھر اسے یاد آیا کہ ابھی ابھی کوئی پورچ کی سیڑھیوں پر سے لڑھک گیا تھا

"دیکھو۔۔۔ادھر کون ہے۔۔۔ٹارچ ادھر لاؤ۔۔"؟

دوسرے ہی لمحے میں ٹارچ چیف کے چہرے پر پڑی۔

"مجھے دو ٹارچ۔۔۔" وہ جھنجلا کر بولا۔

آنے والے نے ٹارچ اس کی طرف بڑھا دی تھی اور اس نے سیڑھیوں پر روشنی ڈالی تھی۔

اسی کا ایک آدمی نچلی سیڑھی پر اوندھا پڑا نظر آیا تھا اور اس کے نیچے سے خون کی پتلی سی لکیر نکل کر دور تک بل کھاتی چلی گئی تھی۔

"اسے اٹھا کر فورا اندر لے چلو۔۔۔" چیف بولا۔ "اور خون کا نشان تک یہاں نہ ملنا چاہئے۔۔۔جلدی کرو۔۔۔میں پھاٹک پر جا رہا ہوں۔ پولیس ادھر ہی آ رہی ہے۔ باہر کے لوگ اس عمارت کی نشان دہی کر دیں گے۔۔۔کئی فائر ہوئے تھے"۔

"اوہ۔۔۔چیف۔۔۔۔" بائیں جانب سے آواز آئی۔ "مین سوئچ کی ایک فیوز گرپ غائب ہے"۔

"جلدی سے دوسری لگاؤ۔۔۔۔" کہتا ہوا وہ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے اندازے کے مطابق پیٹرول کار گیٹ کے سمت رکی تھی اور اس سے فائروں کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔

"آوازیں ہم نے بھی سنی تھیں لیکن سمت کا تعین نہیں کر سکے۔ یہاں کے برقی نظام میں کوئی نقص واقع ہو گیا ہے"۔ چیف نے جواب دیا۔

کار آگے بڑھ گئی۔ شاید وہ لوگ اس کی شخصیت سے مرعوب ہو گئے تھے۔

وہ تیزی سے عمارت کی طرف پلٹا۔ ابھی پورچ میں بھی نہیں پہنچا تھا کہ عمارت روشن ہوگئی دو آدمی سیڑھیوں کے قریب بیٹھے خون کے دھبے دھو رہے تھے۔

"کیا وہ مر گیا۔۔۔" ؟ چیف نے آہستہ سے پوچھا۔

"نہیں چیف۔۔۔" جواب ملا۔ "شانے میں گولی لگی ہے۔ بیہوش ہے"

"کتوں کا کیا حشر ہوا۔۔۔ انہیں بھی دیکھو۔۔۔"

پھر ذرا سی دیر میں اسے معلوم ہوگیا کہ کتے عقبی پارک میں بیہوش پڑے ہیں انہیں گولی نہیں ماری گئی تھی بلکہ بیہوش کر دینے والی ڈارٹس کا شکار ہوئے تھے۔ اس اطلاع پر وہ اچانک چونکا تھا اور قیدی عورت والے کمرے کی طرف چل پڑا تھا۔

دروازہ کھلا ہوا ملا۔ کمرہ خالی تھا۔ جس کرسی پر اسے بیٹھی ہوئی چھوڑ کر گیا الٹی پڑی دکھائی دی۔ اس کے قریب ہی کاغذ کا ایک ٹکڑا پڑا ملا۔ جس پر موٹے موٹے حروف میں "ڈھمپ" تحریر تھا۔

"او۔۔۔ خبیثو۔۔۔ او مردودو۔۔۔" وہ کمرے سے دہاڑتا ہوا نکلا۔ "تم سب اس قابل ہو کہ بے دردی سے قتل کر دیئے جاؤ۔۔۔ وہ اسے بھی نکال لے گیا"۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب چیف کے سامنے سر جھکائے کھڑے نظر آئے۔ وہ ان پر بری طرح گرج رہا تھا۔

--------*----*

ڈاکٹر مہ لقا کو صرف اتنا ہی یاد تھا کہ کمرے میں دفعتاً اندھیرا ہو گیا تھا اور اس سے پوچھ گچھ کرنے والا کمرے کو دوبارہ مقفل کر گیا تھا۔ ساتھ ہی دھمکی بھی دی تھی کہ نکل بھاگنے کی صورت میں گولی ماردی جائے گی۔ وہ دیر تک اندھیرے میں بیٹھی رہی تھی۔ پھر دروازہ کھلنے کی آواز سن کر کرسی سے اٹھی تھی ٹھیک اسی وقت اس پر پنسل ٹارچ کی روشنی پڑی تھی اور کسی نے آہستہ سے کہا تھا کہ وہ اس کا دوست ہے اسے رہائی دلانا چاہتا ہے۔ یہ بات اردو میں کہی گئی تھی اس لیے وہ کسی نئے وسوسے میں پڑ جانے کی بجائے اس کے ساتھ کمرے سے نکلی چلی گئی تھی۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔

عقبی پارک میں پہنچ کر اس نے اسے کندھے پر اٹھایا تھا اور ایک طرف دوڑ لگا دی تھی۔ اسی دوران میں اس نے یہ بھی محسوس کیا تھا جیسے وہ اپنے ایک ہاتھ سے اس کی کنپٹیاں دبانے کی کوشش کرتا رہا ہو۔ پھر

کیا ہوا تھا۔۔۔ اس کا ہوش نہیں۔

دوبارہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوئی تھی تو پھر خود کو ایک کمرے میں پایا تھا لیکن وہ کمرہ ہرگز نہیں تھا جس میں قید رہی تھی۔ یہ کمرہ اس سے زیادہ کشادہ تھا اور اس میں نکاسی کے دروازے تھے۔ اس نے اٹھ کر ایک دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی پھر دوسرے کو آزمایا تھا۔ دوسرا ہینڈل گھماتے ہی کھل گیا اور دوسرے ہی لمحے میں چیخ پڑی تھی۔ "بھائی جان"۔

یہ بھی ایک کمرہ ہی تھا اور اس کے سامنے ڈاکٹر شاہد ایک آرام دہ کرسی پر نیم دراز نظر آیا۔

"م۔۔۔ میں۔۔۔ نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں۔۔۔"؟ شاہد سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔

مہ لقا ٹھٹک کر رہ گئی۔

"اگر میں بھائی جان ہوں تو بتاؤ کہ میں ہوں کون۔۔۔ میرا گھر کہاں ہے"؟۔

"ارے بھائی جان۔۔۔" وہ خوف زدہ لہجے میں کچھ کہتے کہتے رک گئی ٹھیک اسی وقت عقب سے آواز آئی تھی۔ "یہ آپ کے بھائی جان نہیں بلکہ میرے عذاب جان ہیں"۔

مہ لقا چونک کر مڑی۔ سامنے عمران کھڑا تھا۔ ڈاکٹر شاہد بھی کرسی سے اٹھ گیا۔

"میرا نام علی عمران ہے محترمہ۔۔۔"

"میں۔۔۔ جانتی ہوں"۔ وہ طویل سانس لے کر بولی۔ "آپ کی تصویر دیکھی تھی"۔

"پچھلی رات میں ہی تھا جس نے آپ کو رہائی دلوائی تھی"۔

"اور خود پکڑے گئے۔۔۔" ڈاکٹر شاہد بے ساختہ بول پڑا۔

"اب تو واقعی پکڑے گئے۔۔۔" عمران بائیں آنکھ دبا کر ہنسا۔

اور شاہد کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"پرواہ مت کرو۔۔۔ میں اسی طرح یاداشت واپس لاتا ہوں۔۔۔" عمران بولا۔

"م۔۔۔ میں نہیں سمجھا۔۔۔"؟

"تم محفوظ ہو ڈاکٹر۔۔۔۔ ڈھمپ میرا ہی آدمی ہے"۔

"اوہ۔۔۔ وہ لوگ بھی کسی ڈھمپ کا ذکر کر رہے تھے"۔ مہ لقا بولی۔

"انہیں کرنا ہی چاہئے"۔

"میں کہاں ہوں ۔۔۔ "شاہد نے سوال کیا۔

"ایک محفوظ مقام پر ۔۔۔۔ تحفظ ہی کے لیے تمہیں یہاں رکھا گیا ہے۔ بلکہ براہ راست میری تحویل میں ہو تا کہ اب ڈھولک بجوا ہی دی جائے"۔

"اگر وہ آپ کا آدمی تھا تو اس نے آدھے تیتر کا حوالہ کیوں دیا تھا"۔ شاہد عمران کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"آپ لوگ آرام سے بیٹھ جائیے ۔۔۔ "عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ پھر مہ لقا سے کہا۔ "میں پہلے آپ کی کہانی سنوں گا"؟۔

"مم ۔۔۔ میری کہانی ۔۔۔ یہ ہے کہ ایک غیر ملکی لڑکی مریضہ کو دکھانے کے بہانے مجھے بارلم ہاوز لے گئی تھی اور وہیں مجھے بند کر دیا گیا تھا۔ پھر میں نہیں جانتی کہ دوسری عمارت میں کیسے پہنچی تھی۔ انہوں نے مجھے بطور یرغمال رکھا ہوا تھا"۔

"کس سلسلے میں"؟۔

ڈاکٹر شاہد زور سے کھنکارا تھا جیسے مہ لقا کو بولنے سے روک رہا ہو۔ لیکن مہ لقا خود اسی سے سوال کر بیٹھی۔ "کیا تم کسی کے بہت زیادہ مقروض ہو"؟۔

"نہیں ۔۔۔ تو ۔۔۔۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔ شاہد بولا۔

"لیکن وہ کہہ رہا تھا کہ کوئی بہت بڑی رقم ہے ۔۔۔۔ اسی لیے روپوش ہو گئے ہو ۔۔۔"

شاہد کچھ نہ بولا۔ مہ لقا اسے غور سے دیکھتی ہوئی کہتی رہی۔ "تم نے اس سے یہ رقم اسی کے ملک میں لی تھی جب تمہیں معلوم ہوا کہ وہ یہاں آیا ہے تو تم روپوش ہو گئے"۔

"کیوں ڈاکٹر صاحب ۔۔۔"؟ عمران نے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے ۔۔۔ "شاہد نے جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"لیکن آدھا تیتر ۔۔۔"

"پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں ۔۔۔۔ عمران بھائی"؟۔

"ابھی ذرا دیر پہلے تم نے ڈھمپ کے سلسلے میں حیرت ظاہر کی تھی کہ اگر وہ میرا آدمی تھا تو اس نے آدھے تیتر کا حوالہ کیسے دیا تھا"۔

"اوہ۔۔۔وہ دراصل۔۔۔وہ جس کا میں مقروض ہوں۔۔۔وہاں آدھا تیتر کہلاتا ہے"۔

"کیوں محترمہ۔۔۔کیا وہ آدھا تیتر تھا۔۔۔"؟ عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کس قسم کی گفتگو شروع ہو گئی ہے"۔ مہ لقا نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"مطلب یہ کہ وہ تیتر سے مشابہت رکھتا تھا"؟۔

"میں نہیں جانتی۔۔۔"

"کیا اس نے آپ کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر گفتگو کی تھی"؟۔

"جی نہیں۔۔۔"

"نام بتایا تھا۔۔۔"

"بھلا وہ نام کیوں بتاتا جب کہ اس سے ایک غیر قانونی حرکت سرزد ہوئی تھی"۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔۔۔اچھا اس کا حلیہ ہی بتائیے۔۔۔"؟

"دراز قد اور چوڑا چکلا آدمی ہے"۔

"کوئی مخصوص پہچان۔۔۔"؟

"ٹھہریئے۔۔۔مجھے سوچنے دیجئے۔۔۔ایک نشان جو سبھی کو عجیب لگا ہے۔ پیشانی پر بائیں جانب کراس کی شکل میں زخم کا نشان۔ واضح اور اتنا بڑا کہ دور سے بھی نظر آتا ہے"۔

"یہ ہوئی نا بات۔۔۔" عمران سر ہلاتا ہوا بولا۔ "اب اس کا قرض ادا کرنے کی کوشش کروں گا"۔

شاہد اس کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔ عمران کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

"اور کچھ پوچھنا ہے آپ کو ڈاکٹر شاہد سے"؟۔ اس نے مہ لقا سے سوال کیا۔

"یقیناً۔۔۔روپوشی کی وجہ قرض ہو سکتا ہے۔۔۔لیکن استعفیٰ۔۔۔"؟

"مناسب یہی ہوگا کہ یہ سوال آپ میرے لیے ہی چھوڑ دیں۔۔۔"

"میں نہیں سمجھی"؟۔

"بہتیری باتیں خواتین کے علم میں لانے والی نہیں ہوتیں"۔

شاہد نے بوکھلا کر عمران کی طرف دیکھا تھا۔

"لہٰذا آپ آرام کیجئے۔۔۔" عمران بولا۔

"میں اپنے گھر واپس جانا چاہتی ہوں"۔

"ابھی نہیں ۔۔۔۔ ذرا حالات کو میرے قابو میں آ جانے دیجئے ۔۔۔ ورنہ آپ دیکھ ہی چکی ہیں کہ پولیس آپ کا سراغ نہیں پا سکی تھی اور وہ لڑکی اب بھی آزاد ہے جو آپ کو ہارلم ہاوز لے گئی تھی"۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں قانون کی حکمرانی نہیں ہے"؟۔

"قانون کی حکمرانی تو ہے ۔۔۔ لیکن سیاست بھی بہر حال ایک ٹھوس حقیقت ہے"۔

"کیا اس لیے کہ وہ سفید فام غیر ملکی ہیں ۔۔۔"؟

"اگر وہ سفید فام غیر ملکی بھی ہوتے تو حالات کے تحت یہی صورت ہوتی ۔۔۔ قرض دینے والے بنئے بے حد صورت حرام ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی ان کے حسن کی تعریف کرنی پڑتی ہے"۔

"میں سمجھ گئی ۔۔۔"

"یہی بات ہے ۔۔۔ تو پھر بس جا کر آرام کیجئے جا کر ۔۔۔"

"شکریہ ۔۔ "اس نے کہا اور اسی کمرے میں واپس چلی گئی جہاں سے وہ گہری نیند سے بیدار ہوئی تھی۔

عمران نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

"اگر آپ ہی سامنے آتے تو یاداشت کھو بیٹھنے کا ڈھونگ نہ رچاتا ۔۔۔ " شاہد نے آہستہ سے کہا۔ میں اس خوف ناک آدمی کو دیکھ کر یہی سمجھا تھا کہ انہی لوگوں سے سابقہ ہے۔ آپ کی کال ریسیو کرنے کے بعد میں ان کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ وہ ہٹ کی کھڑکی توڑ کر اندر داخل ہوئے تھے"۔

"پھر تمہیں بے ہوش کر کے ایک ایمبولینس گاڑی میں ڈالا تھا اور نکل جانا چاہتے تھے"۔

"اور مجھے یہیں ہوش آیا تھا اس لیے غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا"۔

"خیر اب آ جاو اصل معاملے کی طرف ۔۔۔۔۔"۔

"میں ابھی اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ اس کا قرض ادا کر سکوں"۔

"اگر لاکھ دو لاکھ کی بات ہو تو میں دے سکتا ہوں"؟۔ عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

"پورے دس لاکھ ۔۔۔"

"دو دن کے اندر اندر انتظام کر دوں گا۔ ۔ ۔ "

"آپ نہیں۔ ۔ ۔ " وہ کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"ہاں۔ ۔ ہاں۔ ۔ ۔ کیوں نہیں۔ ۔ ۔ بس اب استعفیٰ واپس لے لو۔ ۔ ۔ " عمران نے چمکار کر کہا۔

شاہد کچھ نہ بولا۔ احمقانہ انداز میں عمران کی صورت تکتا رہا۔

"جس شخص کا حلیہ تمہاری بہن نے بتایا ہے وہ قرض نہیں دیتا بلکہ حکومتوں کے تختے الٹتا ہے"۔

"آپ کیا جانیں۔ ۔ ۔ " شاہد اچھل پڑا۔

"اپنے باپ کے مقابلے میں میں نے زیادہ دنیا دیکھی ہے۔ آج سے دو سال قبل اس نے ایک افریقی ملک کو جہنم بنا دیا تھا"۔

"عمران صاحب۔ ۔ ۔ میں ایک بے بس چوہے کی طرح خوف زدہ ہوں"۔

"اگر سچی بات بتا دو تو شاید میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔ ۔ ۔ "؟

شاہد نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اگر میں آپ کو اپنی بے بسی کی وجہ بتاؤں گا تو آپ مجھ سے متنفر ہو جائیں گے۔ لیکن خدا کی قسم مجھے قطعی یاد نہیں کہ میں کب ان حرکات کا مرتکب ہوا تھا"۔

"تم جو کچھ بھی کہو گے میں اس پر یقین کر لوں گا۔ میں تو صرف ایک تماشائی ہوں۔ محبت اور نفرت کا حق مجھ سے چھین لیا گیا ہے"۔

"میں نہیں سمجھا۔ ۔ ۔ " شاہد نے چہرے سے ہاتھ ہٹا لیے۔

"ایک ایسا تماشائی جو خود بھی تماشے ہی کا ایک کردار ہے"۔

"اب بھی نہیں سمجھا۔ ۔ ۔ "؟

"میں صرف کام کرتا ہوں۔ ۔ ۔ محبت یا نفرت کرنا میرا مسلک نہیں ہے"۔

"بالکل اسی درخت کی طرح جو صرف پھل دیتا ہے پھل توڑنے والوں پر پتھر نہیں چلاتا"۔

"طالب علمی کے زمانے میں ان کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ طب اور جراحت کا بہت اچھا طالب علم تھا اور نصاب سے باہر نکل کر بھی تلاش جستجو کی لگن رکھتا تھا۔ میرے اسی جنون سے انہیں فائدہ اٹھانے

کا موقع مل گیا میرا ایک ہم سبق جو وہیں کے ایک بڑے سرمایہ دار کا لڑکا تھا ایک دن کہنے لگا کہ میں تمہیں ایک ایسے ادارے میں متعارف کرا سکتا ہوں جہاں استعداد بڑھانے کے بہتر مواقع موجود ہیں۔ میں اس کی باتوں میں آ گیا۔ واقعی وہ عجیب دنیا تھی۔ میں نے وہاں ایسے ایسے آلات دیکھے جن کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کتابوں کا ایک ایسا ذخیرہ کہ آنکھیں کھل گئیں۔ ادارے کا سربراہ ایک مشفق آدمی تھا۔ اس نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ ذہانت کی کوئی قومیت نہیں ہوتی۔ خدا کا عطیہ ہے اسے ساری دنیا کے کام آنا چاہئے۔ یہ آدھا تیتر اسی ادراے کا نشان اور مونوگرام کا ایک حصہ ہے۔ لیکن میرے لیے یہ نشان سوہان روح بن گیا ہے۔ دو ماہ سے وہ لوگ کسی نہ کسی طرح سے یہ نشان مجھ تک پہنچاتے رہے ہیں۔ اس کا مقصد یاد دہانی ہے کہ اب مجھے ان کا آلہ کار بننا ہی پڑے گا"۔

"سوال تو یہ ہے کہ تم وہاں اپنی استعداد بڑھاتے بڑھاتے کیا کرنے لگے تھے جس کی بنا پر وہ تمہیں بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں"؟۔ عمران نے سوال کیا۔

" کاش مجھے یقین ہوتا کہ میں نے وہ سب کچھ کیا ہوگا جس کے کھلے ہوئے ثبوت انہوں نے میرے سامنے پیش کیے تھے"۔

"ڈاکٹر ہو کر ایسی باتیں کرتے ہو؟۔ عمران اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا ہوا بولا۔ "میں تمہیں ایک ایسا انجکشن دے سکتا ہوں کہ تم سچ مچ اپنے بارے میں سب کچھ بھول جاوں گے اور انجکشن کا اثر زائل ہونے کے بعد تمہیں قطعی یاد نہ رہے گا کہ تم اس دوران میں کیا کر چکے ہو"۔

"آپ جانتے ہیں۔۔۔۔"؟ ڈاکٹر شاہد پر مسرت لہجے میں چیخا۔

"جانتا ہی نہیں ہوں بلکہ ایسے بہتیرے شعبدے میرے پاس بھی ہیں"۔

"لیکن لوگوں کی بڑی اکثریت اس کے بارے میں نہیں جانتی"۔ ڈاکٹر شاہد ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "ان کے پاس میری ایسی بے ہودہ تصاویر ہیں کہ میں ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا"

"لڑکی جان پہچان والی ہوگی"؟۔

"ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ لڑکی نہیں۔۔۔۔ لڑکیاں کہئے۔۔۔۔ لیکن میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ وہ کون تھیں۔۔۔۔۔ یا میں ان سے کب ملا تھا"۔

"مجھے یقین ہے۔۔۔"

"وہ تصاویر مجھے دکھانے کے بعد کہا گیا تھا کہ میں پوری طرح ان کی گرفت میں ہوں۔ جہاں بھی ہوں گا ان کا پابند رہوں گا"۔

"تو کیا کچھ دنوں تک وہاں مستقل قیام رہا تھا۔۔۔"؟

"چھ ماہ تک۔۔۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد واپسی کا خیال تھا کہ اس ادارے کے سربراہ نے مجھے چھ ماہ خصوصی ٹریننگ دینے کا آفر دیا۔ اخراجات ادارے ہی کے ذمے ہوتے لہذا مجھے کیا اعتراض ہوسکتا تھا اور یقین کیجئے کہ میں دل کی سرجری کا اسپیشلسٹ اسی ادارے میں چھ ماہ کے اندر ہی اندر بن گیا تھا اور اسی دوران میں ہی انہوں نے میرے ساتھ وہ حرکات کر ڈالیں جس کا مجھے علم ہی نہ ہوسکا لیکن مجھے اس سے قبل ہی شبہ ہوگیا تھا کہ میں غلط لوگوں کے ہاتھوں میں پڑ گیا ہوں اور یہ اس ملک کی وہی تنظیم معلوم ہوتی ہے جو ترقی پذیر ممالک میں ریشہ دوانیاں کیا کرتی ہے"۔

" کس بنا پر شبہ ہوا تھا تمہیں۔۔۔"؟ عمران نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہاں مریض بھی ہوتے تھے۔ میرے قیام کے دوران ہی میں وہاں ایک افریقی ملک کا شہزادہ اپنے کسی مرض کا علاج کرانے کے لیے داخل ہوا تھا۔ وہاں کے بادشاہ کا بھانجا تھا۔ منشیات کا عادی، جنسی کجروی کا شکار اور غیر معمولی قوت کے حصول کا خواہش مند تھا۔ وہ لوگ پوشیدہ طور پر اس کا کسی قسم کا ٹریٹمنٹ کرنے لگے۔ ایک دن وہ نشے کی جھونک میں رونے لگا اور بولا کہ وہ اس بار اپنے ماموں یعنی اس افریقی ملک کے بادشاہ کی تقریب سالگرہ میں شرکت نہیں کر سکے گا۔ ادارے کے معالجین نے اسے تشفی دیتے ہوئے وعدہ کیا کہ وہ وہیں سالگرہ کی تقریب برپا کر کے اس کے لیے رسومات کی ادائیگی کا موقع فراہم کردیں گے۔ آپ یقین کیجئے عمران صاحب کہ اتنی سی بات کے لیے انہوں نے بہت بڑی رقم خرچ کردی تھی۔ باقاعدہ دربار کا سیٹ لگایا تھا اور ایک ایسا آدمی بھی انہوں نے ڈھونڈ نکالا تھا جو اس کے ماموں کا ہمشکل تھا۔ تقریب برپا ہوئی۔ مبارک باد دینے کی رسم کے وقت شہزادہ اس کے قریب پہنچا اور ریوالور نکال کر اس پر فائرنگ شروع کردی۔ کارتوس نقلی تھے بات ہنسی میں ٹل گئی۔ لوگوں نے زور زور سے قہقہے لگائے تھے اور تالیاں بجائی تھیں۔ لیکن مجھے ایسا ہی لگا تھا جیسے اس وقت وہ شہزادہ مشینی طور پر حرکت کرتا رہا ہو۔ کچھ سوچے سمجھے بغیر میں الجھن میں مبتلا ہوگیا تھا۔

دوسرے دن موقع نکال کر میں نے اس سے بات کی تھی۔ یقین کیجئے۔ وہ حیرت سے منہ کھولے مجھے دیکھتا رہا تھا۔ کچھ بھی تو یاد نہیں تھا اسے۔ پھر وہ ہنس کر بولا تھا۔ شاید تم نے خواب دیکھا تھا"

ڈاکٹر شاہد خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

" سالگرہ کی بات خود اس نے شروع کی تھی اور رو دیا تھا۔۔۔"؟ عمران نے سوال کیا۔

نہیں۔۔۔ اس کے ملک کی رسم و رواج کی باتیں چھڑی ہوئی تھیں۔ بادشاہ کی سالگرہ کا بھی ذکر شروع ہوا تھا اور اس نے رونا شروع کر دیا تھا۔ خیر اب سے ایک سال پہلے کا واقعہ یاد کیجئے۔ افریقہ کے اسی ملک کے بادشاہ کو اس کے اسی بھانجے نے قتل کر دیا جس نے تین ماہ قبل اس ادارے میں گویا اس کے قتل کا ریہرسل کیا تھا۔ بالکل اسی طرح سالگرہ کی مبارکباد دیتے وقت اس نے اپنے ماموں پر چار فائر کئے تھے اور وہ اسی جگہ گر کر ٹھنڈا ہو گیا تھا"۔

"ہاں۔۔۔ مجھے یاد ہے۔۔۔ "عمران نے پر تفکر لہجے میں کہا۔

"اب آپ خود سوچئے میں کیسے خطرناک لوگوں کے چھنگل میں پھنسا ہوا ہوں"؟۔

"لیکن سوال تو یہ ہے کہ تم نے استعفی کیوں دیا۔۔۔۔"؟

" کیا آپ کو میری پوزیشن کا علم نہیں ہے۔۔۔۔"؟

"ہاں میں جانتا ہوں کہ تم کن شخصیتوں کے معالج ہو۔۔۔۔"

"بس تو پھر میری موجودہ پوزیشن کا اندازہ لگا لیجئے۔۔۔۔ مر جانا پسند کروں گا۔ لیکن ان کا آلہ کار نہیں بنوں گا"۔

" کیا تم سے انہوں نے کچھ کرنے کو کہا تھا"؟

"ابھی تک تو نہیں کہا۔۔۔ لیکن آپ بتا دیجئے کہ اچانک مجھے میری خطرناک پوزیشن کا احساس دلانے کی کوشش کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ گویا مجھے پہلے ہی متنبہ کر دینا چاہتے ہیں کہ اگر میں نے ان کی کوئی بات نہ مانی تو وہ میری سوشل حیثیت کو تباہ کریں گے"۔

"ہوں۔۔۔۔ "عمران سر ہلا کر بولا۔ "ہو سکتا ہے"۔

"اور میں نے استعفی دے کر انہیں جتانا چاہا تھا کہ میں خود ہی اپنی اس حیثیت کو ختم کر دیتا ہوں۔ پھر تم تشہیر کیا کرو ان بیہودہ تصاویر کی۔ اس کے بعد انہوں نے دوسرا حربہ آزمایا۔ مہ لقا کو اغوا کر لیا اور اسے

یرغمال بنا کر استعفی واپس لینے کے لیے دباؤ ڈالنے لگے"۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم استعفی واپس لے لو اور دیکھو کہ ان کا مطالبہ کیا ہے۔۔۔۔"؟ عمران نے کہا۔

"یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا"۔

"ایسا کر کے تم ملک وقوم کی ایک گرانقدر خدمت انجام دو گے"۔

"میں نہیں سمجھا۔۔۔"؟

"وہ تم سے جو کچھ بھی کرانا چاہتے ہیں تمہاری طرف سے مایوس ہو کر کسی اور طرح کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہوسکتا ہے کامیاب بھی ہو جائیں کیوں کہ ہم اندھیرے میں ہوں گے"۔

"یہ بات تو ہے۔۔۔۔۔۔" شاہد کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"استعفی واپس لے لو۔۔۔۔ اور منتظر رہو۔۔۔۔"

"لیکن انہیں اب شبہہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ میں نے ان کا راز فاش کر دیا ہوگا"۔

"میں ان کا شبہہ بھی رفع کرنے کی کوشش کروں گا۔ بہر حال یہ بہت ضروری ہے کہ ان کا منصوبہ ہم پر ظاہر ہو جائے"

"جیسے آپ کی مرضی۔۔۔ لیکن آپ ان کا شبہہ کیسے رفع کریں گے"؟۔

"ڈھمپ۔۔۔" عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

--------*----*

دوسری صبح کے اخبارات میں ڈاکٹر مہ لقا کی بازیابی کی خبر جلی حروف میں شائع ہوئی تھی۔

پولیس کے بیان کے مطابق اس نے شہر کی ایک عمارت پر چھاپہ مار کر نہ صرف مہ لقا کو بلکہ اس کے بھائی ڈاکٹر شاہد کو بھی برآمد کر لیا تھا۔ وہ دونوں ڈھمپ نامی کسی آدمی کی قید میں تھے۔ قبل اس کے کہ ان دونوں پر حبس بے جا کا مقصد ظاہر ہوتا پولیس ان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ ڈھمپ گرفتار نہیں ہو سکا۔ ڈھمپ کا حلیہ بھی شائع ہوا۔ پولیس نے پبلک سے درخواست کی تھی کہ اگر کوئی ڈھمپ کے بارے میں کسی قسم کی معلومات کو فراہم کرنا چاہے تو کسی ہچکچاہٹ کے بغیر سامنے آئے۔ اس کا نام

صیغہ راز میں رکھا جائے گا اور اس امداد کے صلے میں انعام کا مستحق بھی قرار پائے گا"۔

ڈاکٹر شاہد اور مہ لقا اپنے گھر پہنچ گئے تھے۔ آنے جانے والوں کا تانتا سا بندھا ہوا تھا۔ رحمان صاحب بھی خیریت دریافت کرنے آئے تھے۔

"مجھے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے تم بے فکر رہو۔۔۔۔۔۔ " رحمان صاحب نے کہا۔

"عمران بھائی کی عنائت۔۔۔۔۔ " شاہد بولا۔

" کسی کے سامنے اس کا نام بھی مت لینا۔۔۔ "

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔

"اور کل سے تم اپنی ڈیوٹی پر جاوگے"۔

"بہت بہتر۔۔ "

"مجھے حالات سے باخبر رکھنا۔۔۔ "

"ایسا ہی ہوگا۔۔۔۔۔ "

"مہ لقا کو ہدایت کردو کہ ڈھمپ کے علاوہ اور کسی کا نام نہ لے"۔

"وہ بھی اچھی طرح سمجھ چکی ہے کہ اسے کیا کرنا ہے"۔

کچھ دیر بیٹھ کر وہ چلے گئے تھے۔ شاہد آرام کرنا چاہتا تھا لیکن آنے جانے والوں کی وجہ سے ممکن نہیں ہو رہا تھا۔ تین بجے اس نے اسی نامعلوم غیر ملکی کی فون کال ریسیو کی تھی جو پہلے بھی اس سے فون پر گفتگو کرتا رہا تھا۔

"تم نے بہت عقل مندی کا ثبوت دیا ہے ڈاکٹر۔۔۔۔ " دوسری طرف سے آواز آئی۔

"شکریہ"۔ شاہد کا لہجہ غصیلہ تھا۔

"استعفٰی بھی واپس لے لو۔۔۔ "؟

" کل سے ڈیوٹی پر جاوں گا۔ آخر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو"؟۔

"بس یہی کہ تم استعفٰی واپس لے لو۔۔۔ "

"اور اس کے بعد۔۔۔۔ "؟

"جلد بازی نہیں۔۔۔۔۔ تم تصور نہیں کرسکتے کہ مستقبل قریب میں تم کیا بننے والے ہو۔ اگر اپنوں ہی

کی طرح تعاون کرو گے تو بڑے مرتبے پاؤ گے۔ تمہارے ملک میں تم سے زیادہ دولت مند آدمی کون ہوگا"۔

"یقین کرو کہ مجھ سے کوئی ناپسندیدہ کام نہ کرا سکو گے"۔

"تم نے پہلے سے یہ کیونکر سمجھ لیا کہ وہ کام تمہارے لیے ناپسندیدہ ہوگا"؟۔

"اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ڈائریکٹر جنرل کی بیٹی سے میرا رشتہ ہو جانے کے بعد تم مجھ سے کوئی سرکاری راز حاصل کر لو گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ میں تمہارے ہاتھوں اپنی ذلت گوارا کروں گا۔ لیکن غداری مجھ سے نہیں ہو سکے گی۔۔۔۔۔"

"شاید تم کسی قدر ذہنی مریض بھی ہو گئے ہو۔ فضول باتیں سوچتے رہے ہو۔ ہمارے لیے تمہاری سرکاری راز کوئی اہمیت نہیں رکھتے وہ سرے سے راز ہی نہیں ہمارے لیے"۔

"پھر کیا چاہتے ہو۔۔۔"؟

"کچھ بھی نہیں۔۔۔۔"

"تو پھر تمہیں میرے استعفیٰ سے کیا سروکار۔۔۔"؟

"بہتیری باتیں بالمشافہ ہی کی جا سکتی ہیں"۔

"تو بالمشافہ کر لو۔۔۔۔"؟

"ابھی وقت نہیں آیا اور ہاں اپنی بہن سے کہہ دو کہ ڈھمپ کے علاوہ اور کسی کی کہانی نہ سنائے"۔

"پہلے ہی تاکید کر دی ہے"۔ شاہد نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"تم سے یہی توقع تھی۔ تم نے خواہ مخواہ بات بڑھا دی ڈاکٹر ورنہ بات کچھ بھی نہ تھی"۔

"میں الجھن میں مبتلا ہوں۔۔۔"

"کیا میں تمہاری الجھن ابھی رفع نہیں کر سکا۔۔۔"؟

"نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔۔۔"

"عمران کہاں ہے۔۔۔"؟

"میں نہیں جانتا۔۔۔ ملاقات نہیں ہوئی"۔

"اچھا۔۔۔ خدا حافظ۔۔۔" کہہ کر دوسری طرف سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

ادھر اس غیر ملکی نے اس سے عمران کے متعلق پوچھا تھا اور ادھر عمران فون پر ہانس پریسیا کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ دوسری طرف کورنیلیا کی آواز سنائی دی۔

"میں عمران ہوں۔۔۔ "اس نے کہا۔

"اوہ۔۔۔۔میں نے تمہیں کتنا تلاش کیا ہے۔۔۔کہاں ہو تم۔۔۔"؟

"جہاں بھی ہوں۔۔۔خطرے میں ہوں"۔

"کیوں۔۔۔؟تمہیں کیا خطرہ ہے۔۔۔"؟

"پتا نہیں کیوں۔۔۔۔؟اس دوران میں کچھ نا معلوم لوگ میرے دشمن ہو گئے ہیں"۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم کیا کر رہے ہو۔۔۔"

"فکر نہ کرو۔۔۔۔یہ بتاؤ پولیس نے تمہارا پیچھا چھوڑا یا نہیں"؟۔

"لامحالہ چھوڑے گی۔۔۔کیا تم نے آج کا اخبار نہیں دیکھا"؟۔

"میں وہاں ہوں جہاں اخبارات نہیں پہنچتے۔۔۔"

کورنیلیا نے اسے مہ لقا کی بازیابی کی خبر اخبارات کے تبصروں سمیت سنائی تھی۔

"عجیب نام ہے۔۔۔ڈھمپ۔۔۔ "عمران بولا۔

"نام ہی سے خوف ناک لگتا ہے۔ بہر حال اب پولیس میرا پیچھا چھوڑے گی اور ہاں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم محکمہ سراغ رسانی کے سب سے بڑے آفسر کے بیٹے ہو"۔

"تو پھر کیا سوچ رہی ہو۔۔۔۔مجھ سے دوستی ختم کر دو گی"؟۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب تو میں تم سے یہ درخواست کروں گی کہ مجھے اور میرے باپ کو اس مصیبت سے نجات دلانے کی کوشش کرو"۔

"ضرور۔۔۔ضرور۔۔۔۔ہر خدمت کے لیے حاظر ہوں"۔

"تو پھر مجھے بتاؤ۔۔۔۔میں آؤں یا تم میرے گھر آ رہے ہو۔۔۔"؟۔

"ایک گھنٹے بعد فون پر بتا دوں گا۔۔۔او کے۔۔۔۔ "عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ رحمان صاحب سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ لہذا گھر کے نمبر ڈائل کیے۔ اس وقت وہ آفس سے واپس آ چکے ہوں گے۔ دوسری طرف سے کال انہوں نے ریسیو کی تھی۔

"آپ اپنے آفس کے ٹیلی فون ایکسچینج کی خبر لیجئے۔۔۔" عمران نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔۔۔" رحمان صاحب کی آواز آئی۔ "شاہد کے ہٹ کا نمبر ان لوگوں تک اسی طرح پہنچا ہوگا۔ ہماری گفتگو سے قبل وہ قطعی طور پر لاعلم تھے"۔

"لیکن آپ بھی اس سلسلے کی چھان بین نہ شروع کر دیجئے گا"۔

"کیوں۔۔"؟

"اسی طرح ہم انہیں غلط راستوں پر ڈال کر بے نقاب کر سکیں گے"۔

"خیال تو ٹھیک ہے۔۔۔ اچھی بات ہے فی الحال اس معاملے کو ملتوی کرتا ہوں"

"قادر نے کیا بتایا۔۔۔۔"؟

"تین سو روپے کے عوض اس نے قاب میں لفافہ اور آدھا تیتر رکھا تھا۔ کسی کے خانساماں نے یہ کہہ کر کہ اسے اس کام پر آمادہ کیا تھا وہ میرے ایک قریبی دوست کا خانساماں ہے اور وہ قریبی دوست مجھ سے ایک دلچسپ مذاق کرنا چاہتا ہے"۔

"کس کا خانساماں تھا۔۔۔"؟

"قادر نشان دہی نہیں کر سکا تھا۔ بہر حال میں نے قادر کو برطرف کر دیا ہے"۔

"سلیمان کے لیے مژدہ جانفزا۔۔۔"

"کیا وہ بھی اس معاملے میں سنجیدہ ہے"؟

"مر جانے کی حد تک۔۔۔"

"اچھی بات ہے۔۔۔۔۔ میں دیکھوں گا۔۔۔"

"اور ہاں۔۔۔ کنگسٹن کے تھانے کے انچارج کو ہدایت کر دیجئے۔ وہ ہانس پریسیا کی لڑکی کا پیچھا نہ چھوڑے اس سلسلہ میں پوچھ گچھ جاری رکھے کہ وہ کار کس کی تھی جس میں مہ لقا کو لے گئی تھی"۔

"وہ تو ہوتا ہی رہے گا۔۔۔ اس گاڑی کی وجہ سے کیس ختم نہیں ہو سکتا"۔

"میں یہی چاہتا ہوں۔۔۔"

پھر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔ وہ اب بھی سائیکو مینشن میں ہی مقیم تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائل کئے۔ جوزف نے کال

ریسیو کی تھی۔

"سلیمان کو فون پر بلاو۔۔۔"

"میرا اس سے جھگڑا ہو گیا ہے باس۔ میں اسے اطلاع نہیں دے سکتا۔۔۔۔۔"

"کس بات پر جھگڑا ہوا تھا۔۔۔"؟

"شادی کے مسئلے پر۔۔۔"

"آخاہ۔۔۔ تو کیا آپ بھی کنڈیڈیٹ ہیں۔۔۔"؟

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔"

"پھر کیا بات ہے۔۔۔"؟

"وہ کہہ رہا تھا کہ اپنی بیوی کو بھی اس فلیٹ میں لا کر رکھے گا"۔

"اچھا تو کیا کسی اور کے سپرد کر کے آئے گا"؟۔

"یہ بات نہیں ہے باس۔۔۔ فلیٹ میں میں بھی رہتا ہوں"؟۔

"ارے تو کیا تجھے اپنے اوپر اعتماد نہیں ہے"؟۔

"کیوں نہیں ہے۔۔۔ بس میں ایسی جگہ نہیں رہ سکتا جہاں کوئی عورت بھی رہتی ہو"۔

"عورت کے پیٹ میں کیسے رہا تھا۔۔۔"؟

"اپنی مرضی سے نہیں رہا تھا۔۔۔"

"ارے تو کیا مجھ سے بھی جھگڑا کرے گا"؟۔

"دیکھو باس۔۔۔۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔ یا یہاں وہ رہے گی یا میں رہوں گا"۔

"اگر یہ بات تھی تو پہلے ہی بتا دیتا۔ سلیمان کو کسی نہ کسی طرح اس پر راضی کر لیتا کہ تجھی سے شادی کر لے۔ اب تو کچھ بھی نہیں کر سکتا اس کی بات پکی ہو گئی ہے"۔

"میں اپنا سر دیوار سے ٹکرا کر پاش پاش کر لوں گا"۔

"ریسیور کریڈل پر رکھنے کے بعد۔۔۔۔"

"ہائے میں کیا کروں۔۔۔۔"؟

"زیادہ بکواس کرے گا تو سات کی چار ہی بوتلیں رہ جائیں گی"۔

"میں تم سے تھوڑا ہی کچھ کہہ رہا ہوں۔ خدا سے فریاد کر رہا ہوں"۔

"واقعی اس نے تجھے عورت نہ بنا کر بڑا ظلم کیا ہے۔۔۔"

اور جوزف دھاڑیں مار مار کر رونے لگا تھا۔

"ابے او کمبخت۔۔۔۔ ریسیور رکھ دے۔۔۔ رکھ دے ریسیور۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ تمہیں سننا پڑے گا۔۔۔" وہ روتا ہوا بولا۔

"خدا غارت کرے۔۔۔۔" عمران نے ریسیور کریڈل پر پٹخ کر کہا۔ "کھوپڑی پکا کر رکھ دی نالائقوں نے۔۔۔۔" اور اس طرح سر سہلانے لگا جیسے گرمی چڑھ گئی ہو۔

____